اس بادشاہ نے علاوہ مختلف دیگر مذاہب کے۔ مذہب عیسویت کی بھی کچھ چھان بین کی۔ اسکے دربار کے ایک عالم کا جسے اس نے توریت و انجیل کو فارسی میں ترجمہ کرنے کا حکم دیا ہوا تھا۔ ایک مشہور مصرعہ تاحال بھی زبان زد خلائق ہے۔ کہ ع اے نام تو ژدو ژدو کرستو۔ غرضیکہ اکبر کے عہد کو بھی ضرور تحقیق سے حصہ ملا ہے۔ اکبر کے بعد نورالدین جہانگیر ہند کا بادشاہ ہوا۔ چونکہ نورالدین جہانگیر عشرت پسند تھا۔ اس لیئے عام طور پر یہ بادشاہ اپنی عمر کا حصہ اپنے سرد علاقہ جات میں بسر کیا کرتا تھا۔ اور کشمیر پر تو یہ بادشاہ عاشق تھا۔ اور اکثر کتب تواریخ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ بالعموم مع اپنے اہل دربار کے موسم گرما سے پہلے ہی کشمیر میں چلا جاتا تھا۔ اس لیئے ایسے ان لوگوں کو بھی جو اس کے عہد میں غیر ممالک یا دیگر براعظموں سے ہند میں آکر اسکے دربار میں باریاب ہوئے۔ کشمیر و دیگر علاقہ جات دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اکبر بھی اگرچہ کشمیر گیا۔ لیکن نہ ایسا کہ جہانگیر کی طرح بندۂ کشمیر بن بیٹھا ہو۔ جہانگیر کے بعد شہاب الدین شاہِ جہاں بھی اپنی عہد سلطنت میں کشمیر گیا۔ اور ایسے علاوہ لوگ بھی جو اسکے معزز درباری اور سیاح غیر ممالک کے ہند میں تھے کشمیر وغیرہ علاقہ جات کی سیروں سے محظوظ ہوئے۔

شہاب الدین شاہِ جہاں کے عہد زندگی میں ہی اس کا بیٹا محی الدین اورنگ زیب عالمگیر تخت ہند کا مالک ہو گیا تھا۔ یہ بادشاہ چونکہ خود اپنے دین کا کامل پابند اور محقق تھا۔ اسلیئے بعض ممالک کے مشہور و معروف محققین اس کے عہد میں ہند میں آئے۔ لیکن ان سب میں نمبر اول فاضل اجل اور محقق ڈاکٹر برنیر صاحب ایک فرانسیسی سیاح کا ہے۔ جو اس کے عہد میں ہند کی سیر کے لیئے آیا تھا۔

ہمیں اس جگہ یہ ضرورت نہیں۔ کہ ڈاکٹر برنیر صاحب موصوف کی سوانحمری کے حالات درج کریں۔ کیونکہ آج اس زمانہ میں کونسا ایسا خواندہ آدمی ہے۔ جو ڈاکٹر برنیر صاحب جیسے فاضل کے نام سے واقف نہ ہو۔ یہ عالم ڈاکٹر جی بھر کر ہند میں رہا۔ اور دل کھولکر کشمیر جنت نظیر کی اس نے سیریں کیں۔ چنانچہ اپنی سیروں کا حال خود اسی زمانہ میں ہی اس سیاح نے اپنے ہموطنوں کو متعدد بار لکھا۔

آمدم برسرِ مطلب۔ گورنمنٹ انگلشیہ سے پہلے مغلیہ سلطنت کے عہد میں جتنے یوروپین

سیاح ہند میں برائے سیر و سیاحت آئے - سب کا اس امر پر اتفاق ہے - کہ اہل کشمیر اور باشندگان افغانستان دراصل بنی اسرائیل ہیں - اور یہ بات صرف ہم قیاس سے ہی نہیں لکھتے - بلکہ عموماً علمائے فرنگ مثل ڈاکٹر برنیر صاحب کے اس بات کے قائل ہیں - کہ کشمیری اور افغان بنی اسرائیل ہیں - چنانچہ وہ کتب جن میں ایسے سیاحوں کی سیاحت کے حالات مندرج ہیں - آجتک اس بات کی مُنہ بولتی شاہد ہیں -

اس جگہ غور طلب یہ بات ہے - کہ ان فاضلان فرنگستان کا یہ خیال آخر کس بنیاد پر تھا - اور کیوں یہ خیال انکے دل میں گھر کر گیا - سو جہاں تک کوئی دیانتدار محقق اس بات پر نگاہ تدبر ڈالیگا - یہی پائیگا - کہ یہ خیال دراصل علمائے فرنگ نے بائیبل کی شہادت کی بنیاد پر قائم کیا تھا - چنانچہ بائیبل کے اکثر مقامات سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے - کہ تقریباً پانصد سال قبل از مسیح بنوکدنضر بادشاہ یہودیوں کو انکے وطن سے اسیر کر کے لے گیا - یعنی یہوداہ یکونیاہ کے ہمراہ تمام یہودی جلاوطن کیئے گئے - جو بعض تو بادشاہ بنوکدنضر کے خاندان اور دیگر امراء و وزراء کے حلقۂ غلامی میں آکر غلام بنائے گئے - اور اور باقیماندہ متفرق ممالک میں سکونت پذیر ہوئے - دیکھو ۲ تواریخ ب ۳۶/۲ و ۲ سلاطین ۲۴/۱۴ تا ۱۷ غرضیکہ مسیح سے کئی صدیاں پہلے ہی مطابق کلام یرمیاہ نبی (یرمیاہ ۲۴/۱ تا ۱۵ و ۲۵/۹ و ۱۲ و ۲۶/۶ و ۷ اور ۲۹/۱۰) کے بنی اسرائیل متفرق ممالک میں پھیل گئے ہوئے تھے -

ہم شروع مضمون میں تحریر کر آئے ہیں - کہ علمائے فرنگ کا ✤ یہ خیال - کہ افغان اور کشمیری دراصل بنی اسرائیل ہیں - بائیبل کی محکم شہادت پر قائم تھا - جیسا کہ مذکورہ محولہ مقامات سے ظاہر ہے -

---

✤ حیرت کا مقام ہے - کہ ڈاکٹر برنیر کی سیاحت کی کتاب میں آج سے چند صدیاں پہلے یوروپین لوگ یہ بات پڑھکر کہ کشمیری اور افغان بنی اسرائیل ہیں - ہرگز منکر نہیں ہوئے تھے - کیونکہ اگر وہ اس خیال کو تسلیم نہ کرتے تو ضرور زور و شور سے بذریعہ تحریر و تقریر اس کی مخالفت کرتے - مگر آج جبکہ خدا تعالیٰ کے نبی مسیح موعودؑ نے اس بات کو بیان فرمایا - تو سب پادری کیا ولائیتی اور کیا دیسی اس بات کو جھٹلانے کی کوشش کرتے ہیں - لیکن اپنے گھر کے محقق لوگوں کو کچھ نہیں کہتے - منہ

لیکن تو بھی ہماری اس تحریر پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے۔ کہ ان مذکورہ مقامات میں یہ تو نہیں لکھا کہ بنی اسرائیل ہند کشمیر اور افغانستان میں بھی آباد ہو چکے ہوئے تھے۔ تو اس صورت میں یاد رہے۔ کہ جب ہم بائیبل کی کتاب آستر کا غور سے مطالعہ کرتے ہیں۔ تو یہ اعتراض بھی حل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اس کتاب کے شروع میں لکھا ہے۔ کہ اخسویرس بادشاہ قصر سوشن میں تخت پر بیٹھا تھا۔ اور یہ وہ اخسویرس ہے۔ جو ہندوستان سے کوش تک سلطنت کرتا تھا۔ ایک سو ستائیس (۱۲۷) صوبے اسکے عمل میں تھے۔ دیکھو آستر ۱/۱۔ اس جگہ اس بات کی نسبت تحقیق کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ کہ قصر سوسن کہاں واقع تھا۔ کیونکہ ہمارا یہ مدعا۔ کہ بنی اسرائیل قبل از مسیحؑ تقریباً پانصد برس ہندوستان وغیرہ میں آ گئے تھے۔ اس کتاب کی مندرجہ ذیل عبارت سے بوضاحت ثابت ہے۔ "لیکن فقط مردکی پر ہاتھ ڈالنا اس کی نظر میں حقیر معلوم ہؤا۔ کیونکہ انہوں نے اس سے مردکی کی قوم کا بیان کیا تھا۔ سو ہامان نے چاہا۔ کہ مردکی کی امت یعنی سب یہودی لوگوں کو **جو اخسویرس کی تمام سلطنت میں رہتے تھے**۔ ہلاک کرے۔ آستر ۳/۶ یہاں سے یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہو گئی۔ کہ یہودی لوگ اخسویرس کی تمام بڑی سلطنت میں جو کوش سے لیکر ہندوستان تک پھیلی ہوئی اور ایکصد ستائیس صوبوں میں منقسم کی ہوئی تھی (آستر ۱/۱) آباد تھے۔ پھر دوسرے مقام یعنی اسی باب کی ورس ۸ میں لکھا ہے۔ "تب ہامان نے اخسویرس بادشاہ سے عرض کی۔ کہ حضور کی مملکت کے **سارے صوبوں میں ایک قوم سب قوموں کے درمیان پراگندہ ہے**۔ جو ہر کہیں ہے۔ اور اسکی شریعتیں سب قوموں کی شریعتوں سے متفرق ہیں۔ وہ بادشاہ کی شریعتوں پر عمل نہیں کرتے ہیں۔"

اس مقام سے بھی یہ امر ظاہر ہے۔ کہ اخسویرس کی سلطنت کے ہر ایک صوبہ بلکہ اس کی سلطنت میں ہر کہیں بنی اسرائیل آباد تھے۔ پس ثابت ہؤا کہ ہند میں بنی اسرائیل اخسویرس کے عہد حکومت میں بھی آباد تھے۔ پھر ایک دوسرے مقام سے یہ امر صاف ثابت ہے۔ چنانچہ لکھا ہے۔ "سو اسی وقت تیسرے مہینے یعنی سیوان مہینے کی تئیسویں تاریخ بادشاہ کے منشی طلب کیئے گئے۔ اور مردکی کے سارے کہے کے موافق یہودیوں اور نوابوں اور عاملوں اور صوبوں کے سرداروں کے بیٹے جو سب کے سب ہندوستان سے لے کے کوش تک ایک سو ستائیس صوبے تھے۔ ہر ایک

صوبے کو وہاں اسکے خط اور ہر قوم کو انکی لغت میں اور یہودیوں کو انکے خط اور انکی لغت میں سب باتیں لکھی گئیں آستر ۸/۹

مذکورہ مقامات سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے۔ کہ بنی اسرائیل مسیح سے پہلے ہی ہندوستان میں آباد ہو گئے ہوئے تھے۔ رہا۔ اب یہ سوال۔ کہ کشمیر اور افغانستان میں یہودیوں کے آنے کا ذکر نہیں۔ سو واضح ہو۔ کہ آج سے اڑھائی ہزار برس پہلے فن جہاز رانی میں کسی قوم نے ترقی نہیں کی۔ بلکہ اس میں چند اقوام کو تھوڑی سی معمولی مہارت تھی۔ حتیٰ کہ مسیحؑ سے چند سال پہلے بھی رومی قوم نے جو اپنے زمانہ کی سب اقوام سے زیادہ مہذب خیال کیجاتی تھی۔ اس فن میں کوئی نمایاں ترقی حاصل نہیں کی تھی۔ اگرچہ تمام رومی علاقوں میں مسیح سے چند سال پہلے سڑکیں تیار ہو گئی ہوئی تھیں۔ تو بھی فن جہاز رانی کی نسبت ہم یہی کہہ سکتے ہیں۔ کہ سمندر میں کشتیاں چلتی تھیں۔ جو صرف افسس۔ مصر وغیرہ تک جا سکتی تھیں۔ دیکھو کلیسائے کی تواریخ کا دیباچہ مصنف ریورنڈ جیمز جی ڈی ڈی مترجم ای ایم ویری صاحب ڈی ڈی صفحہ ۳۔

پس یہ امر کہ وہ بنی اسرائیل جو بموجب کتاب آستر ہند میں آباد تھے۔ کس راہ ہند میں داخل ہوئے قابل غور ہے۔ اور اس کی نسبت اور کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا۔ کہ یہ لوگ بوجہ نہ جاننے فن جہاز رانی کے براہ افغانستان و کشمیر ہند میں داخل ہوئے۔ کیونکہ جس صورت میں اخسویرس کی سلطنت فارس۔ میدہ پر بھی چھائی ہوئی تھی۔ استر ۱/۳ - پھر فارس میدہ کے رہنے والے نہایت آسانی سے افغانستان اور کشمیر میں آ جا سکتے تھے۔ اور یہ کہنا۔ کہ کشمیر اور افغانستان کی نسبت نہیں لکھا۔ کہ وہ اخسویرس کے زیر سلطنت تھے۔ ایک بیہودہ بات ہے۔ کیونکہ جس صورت میں اخسویرس۔ فارس سے ہندوستان تک حکمران تھا۔ (دیکھو آستر ۱/۱) تو ایک شخص جسکو ذرا بھی جغرافیہ سے واقفیت ہے سمجھ سکتا ہے کہ افغانستان پر بھی اُسکی حکومت تھی کیونکہ یہ علاقہ ہندوستان اور فارس کے درمیان واقع ہے اور کشمیر تو خود ہندوستان کی سرحد پر واقع ہے۔ پس بہر حال نتیجہ یہی نکلا۔ کہ کوش کی بڑی لمبی سلطنت افغانستان اور کشمیر تک چھائی ہوئی تھی۔ جس کی حد آخری ہندوستان کا آخری کنارہ تھا۔ قاعدہ ہے۔ کہ

سرد ملک کے باشندے ہمیشہ سرد ممالک کو ہی پسند کرتے ہیں۔ چنانچہ اسی لیئے وہ سب فرق بنی اسرائیل کے جو اسیری کے بعد تتر بتر ہو گئے۔ عام طور پر افغانستان اور کشمیر میں جا آباد ہوئے۔ اور ان لوگوں نے افغانستان وغیرہ میں آکر اپنے نئے تیار کردہ شہروں کے نام بھی اپنے پہلے شہروں کے نام ہی رکھدیئے۔ چنانچہ شہر کابل جو اس وقت افغانستان کا دارالسلطنت ہے۔ دراصل افغانوں کے بنی اسرائیل ہونے پر شاہد ناطق ہے۔ کیونکہ اسی نام کا شہر بنی اسرائیل کے اپنے پہلے اصلی ملک میں بھی تھا۔ دیکھو ۱ سلاطین $\frac{9}{13}$۔ کابول۔ اور کبول (یشوع $\frac{19}{27}$) وغیرہ۔

کشمیریوں کے بنی اسرائیل ہونے پر علاوہ ان کے اوضاع و اطوار کے۔ علم اللسان کے متعلق یہ ایک دلیل ہمارے نزدیک مسلمات سے ہے۔ گلگت کا علاقہ کشمیر سے بہت سا الحاق رکھتا ہے۔ آج سے قریباً اڑھائی ہزار برس پہلے موجودہ حالت سے بھی زیادہ ویران تھا۔ کیونکہ آج کل تو بوجہ گورنمنٹ انگلشیہ کے ساتھ تعلق رکھنے کے قدرے وہ ملک بھی آباد ہو گیا ہے (اگرچہ پیداوار کے لحاظ سے اب تک غیر آباد ہی خیال کیا جاوے) لیکن اس سے بہت پہلے یہ گلگت بالکل ویران تھا۔ گلگت کشمیر میں آنے والے بنی اسرائیل کے اصل لفظ گولگتھا ✤ (گول گتھا) سے بوجہ کثرت استعمال گلگت بن گیا اور اب یہ امر ظاہر ہے۔ کہ لفظ گول گتھا کے معنے ہیں ٹیلا برگ وگیاہ۔ پس لفظ گلگت کی مشابہت صوری ومعنوی گول گتھا سے ثابت ہوتی ہے۔ اور یہ ایک

✤ سپٹواجنٹ ترجمہ (ستر کا ترجمہ) جو قبل مسیح ۲۸۱ سنہ مصر میں ہوا۔ بقول مسیحی مورخین اس امر کی دلیل ہے کہ قبل مسیح چند صدیاں زبان یونانی عام طور پر رومی مقبوضات میں بولی جاتی تھی۔ اور خصوصاً یہودیوں میں۔ اور اگر یہ بات صحیح تسلیم کریجائے تو کہنا پڑتا ہے۔ کہ عہد عتیق مسیح سے ۳۰۰ برس پہلے ایک جلد میں جمع کیا جا چکا تھا۔ اور یونانی میں ترجمہ ہو چکا ہوا تھا۔ ایسی صورت میں لفظ گول گتھا جو بوجہ کثرت استعمال گلگت رہ گیا۔ کشمیر میں آنیوالے اسرائیلیوں کی طرف اور بھی مضبوطی سے منسوب کیا جائیگا۔ اور اگر یہ کہا جائے۔ کہ اہل کشمیر پہلے بدھ کے پیرو تھے۔ تو اسکے جواب میں ہم کہیں گے۔ کہ قبل از مسیح اہل کشمیر کی نسبت کسی معتبر مورخ نے یہ نہیں لکھا۔ کہ کشمیری گوتم منی بدھ کے پیرو کار تھے۔ ہاں مسیح کے بعد بعض کوتہ بین مورخین نے یہ خیال ظاہر کیا۔ کہ کشمیری بدھ مذہب کے پیرو کار تھے۔ اور یہ غلطی ایسے مورخین نے صرف اسواسطے کی۔ کہ بدھ کی تعلیم اور مسیح کی تعلیم آپسمیں بکلی مطابقت رکھتی ہے۔ اور مسیح کی تعلیم جو مسیح اپنے ساتھ کشمیر میں لائے بے شک کشمیریوں کے ہاں مروج اور قابل عمل ہو گئی تھی۔ منہ

بہت بڑی دلیل اس امر کی ہے۔ کہ کشمیری بنی اسرائیل ہیں۔

اب جبکہ مذکورہ بالا قاطع دلائل سے بائیبل کی روسے یہ ثابت ہوگیا۔ کہ ہند۔ کشمیر افغانستان میں مسیح سے پہلے بنی اسرائیل آبسے تھے۔ تو ہمارا اصل مضمون کہ مسیح ناصری ہند میں آیا۔ ثابت کرنا باقی ہے۔

پس واضح ہو۔ کہ مسیح سے تقریباً سات صد برس پہلے بلکہ موسیٰ کے وقت سے تمام بنی اسرائیل کا پیشگوئیوں کے روسے یہ خیال تھا۔ کہ بنی اسرائیل میں ایک موعود مسیح آئیگا۔ اور وہ ایک ذی شان نبی ہوگا۔ اور جوں جوں اسرائیل لوگ دنیوی اور مذہبی حالت میں پستی کی طرف گرتے گئے۔ توں توں انکا یہ خیال بڑھتا گیا۔ اور خدا کے انبیاء علیہم السلام بھی بذریعہ الہام و وحی اس بات کی اور بھی تشریح کرتے گئے۔ چنانچہ یسعیاہ نبی کا پرانا صحیفہ تو اس وضاحت میں دیگر صحائف سے گوئے سبقت لے گیا۔ اور صاف طور سے کہدیا۔ "ہمارے لیئے ایک لڑکا تولد ہوا۔ اور ہم کو ایک بیٹا بخشا گیا۔ اور سلطنت اسکے کاندھے پر ہوگی۔ اور وہ اس نام سے کہلاتا ہے۔ عجیب مشیر۔ زبردست۔ ابدیت کا باپ۔ سلامتی کا شہزادہ۔ اسکی سلطنت کے اقبال اور سلامتی کی کچھ انتہا نہ ہوگی۔ وہ داؤد کے تخت پر اور اس کی مملکت پر آج سے لیکر ابد تک بندوبست کرے گا"۔ (یسعیاہ ۹/۶ قبل از مسیح ۷۴۰ سال) اور پھر لکھا ہے کہ "دیکھو کنواری* حاملہ ہوگی اور بیٹا جنے گی۔ اور اس کا نام عمانوئیل رکھیگی۔ دہی وشہد کھائیگا"۔ یسعیاہ ۷/۱۴۔

یسعیاہ نبی کی یہ نبوت اسرائیل کے تمام فرقہ جات میں ایسی مشہور تھی۔ کہ اس سے ہر بنی اسرائیل شخص واقف تھا۔ اور مشہور بھی کیوں نہ ہوتی۔ جس صورت میں ہریک فرقہ کے بنی اسرائیل میں کا ہر فرد اس امید کو اپنی ترقی کا سہارا خیال کرتا تھا۔ اور سمجھا جاتا تھا۔ کہ جس طرح داؤد بنی اسرائیل کا بادشاہ ہوا

---

* عیسائی کہتے ہیں۔ کہ مسیح از روئے یسعیاہ ۷/۱۴ کنواری سے پیدا ہوا۔ اور اگرچہ عبرانی میں علماہ اور بتھولہ کے کچھ معنے ہوں۔ مگر جس صورت میں قبل از مسیح یونانی میں اس لفظ کا ترجمہ παρθενος (پارتھے ناس) ہی کیا گیا تھا جس کا ترجمہ بقول گسے نی اس۔ اور۔ ہنگ سٹن برگ کے کنواری ہی ہے ÷ ہم اس بات کو صحیح تسلیم کرکے ساتھ ہی کہتے ہیں۔ کہ پھر کیوں لفظ گول گتھا جو آخر کار گلگت رہ گیا۔ کشمیر میں آنیوالے بنی اسرائیل کی طرف منسوب کیا جاوے جنہوں نے اس مقام کو ایک ٹیلہ۔ بے برگ وگیاہ یا درندوں کی چراگاہ دیکھکر اس مقام دہشت ناک کا یہ نام رکھدیا۔ اور اسمیں آباد نہ ہوئے۔ منہ

اسی طرح موعود مسیح تمام اسرائیلی گھرانوں پر حکمران ہوگا۔

جب مسیح ناصری دنیا میں آیا۔ تو اس نے سب سے پہلے یہ دعویٰ کیا۔ کہ میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کی طرف نہیں بھیجا گیا (دیکھو متی ۱۵/۲۴) اس ایک ورس میں مسیح نے دو دعوے کیے۔

اوّل یہ۔ کہ میں رسول ہوں۔ جس پر لفظ (بھیجا گیا) شاہد مطلق ہے۔ دیکھو یوحنا ۳/۱۷ و ۸/۱۸ و ۱۴/۳

دوئم یہ۔ کہ میں صرف اسرائیل کے واسطے مبعوث ہوا ہوں۔ یعنی میری رسالت صرف اسرائیلی اقوام کے واسطے ہے۔ اور خصوصاً وہ اسرائیلی اقوام جو کھوئی گئی ہیں۔

اب اگر یہ کہا جاوے۔ کہ مسیح صرف ملک شام میں اپنی بعثت کے زمانہ میں تبلیغ کرتا رہا۔ تو بلا محالہ یہ امر تسلیم کرنا پڑیگا۔ کہ وہ بنی اسرائیل قومیں جو بقول آستر کشمیر، افغانستان اور ہند میں آباد تھیں۔ خدا کے اس وعدے سے کہ وہ داؤد کے تخت پر حکمرانی کریگا۔ اور اسرائیل کا راکھا ہوگا (یسعیاہ ۹/۶) محروم رہیں۔ اور اس صورت میں بہت سے بنی اسرائیل فرقوں کے واسطے خدا کے یہ وعدے اکارت گئے۔ اور گویا ایسے فرقوں کے نزدیک یسعیاہ کا صحیفہ جھوٹا ٹھہرا۔ یا یہ کہ موعود مسیح (جیسا کہ یہود کا خیال ہے) ابھی تک نہیں آیا۔

لیکن ہم یقیناً کہتے ہیں۔ کہ مسیح بموجب اپنے دعویٰ کے اور مطابق پیشگوئیوں کے ضرور بنی اسرائیل کے ان فرقوں کی طرف جو کشمیر وغیرہ مشرقی ممالک میں سکونت پذیر تھیں۔ آیا۔ اور انہیں تبلیغ کی۔ اور خدا نے اپنے وعدے سچے ثابت کر دکھلائے۔

یہ لکھتے ہوئے ہمارا ذہن ایک اور طرف منتقل ہوگیا۔ اور مسیحیوں کا وہ جواب جو وہ دیا کرتے ہیں۔ یاد آگیا۔ مسیحی کہتے ہیں٭۔ کہ کھوئے ہوئے سے مراد صرف گم گشتہ راہ طریقت ہے۔

لیکن اس صورت میں ہم کہتے ہیں۔ کہ کیا پھر مسیح اسرائیل کے صرف چند گمراہوں کے واسطے مبعوث ہوا تھا۔ یعنی کیا مسیح کے وقت میں صرف بدکاروں کے ہی گاؤں تھے۔ انہیں کوئی بھی نیک نہ تھا۔ ہرگز نہیں۔ اگرچہ بکثرت لوگ گناہوں کے جال میں پھنسے ہوئے تھے۔ لیکن تو بھی خواہ چند نیک لوگ

٭ تمام تثلیثی چرچ جس صورت میں فرقہ توحیدی کو گمراہ خیال کرتے ہیں۔ پھر کیوں یہ لوگ توحیدی مصنفین کی کتب کو سہارا بنائے ہوئے ہیں۔ کیا اس جگہ اپنے فتوے یاد نہ رہے۔ منہ

کیوں نہ ہوں - ضرور موجود تھے - تو پھر ایسی صورت میں نیک اسرائیلی لوگوں کو مسیح کے ماننے کی ضرورت نہ تھی ہرگز نہیں - ان کو بھی ضرورت تھی - اور پھر جس صورت میں مسیح بھی پہلے پہل یوحنا بپتسمہ دینے والے نیک آدمی سے ہی ملاقی ہوا - تو پھر کیوں مسیح پہلے نیک کے پاس گیا - اور کیوں یوحنا نے جو نہ کھویا گیا تھا - یہ کہا - کہ آنیوالا تو ہی ہے - یا ہم دوسرے کی راہ تکیں - پس بہر صورت یہ دلیل غلط ہے - کہ کھوئے ہوئے سے مراد صرف روحانی گمراہ ہے -

ایک اور بات جس کی رو سے مسیح کا کشمیر میں آنا ثابت ہوتا ہے یہ ہے - کہ مسیح نے کہا تھا - کہ اس زمانہ کے لوگوں کو یونس نبی کے نشان کے سوا اور کوئی نشان نہ دکھایا جائیگا - متی ۱۲/۴۰ لوقا ۱۱/۲۹

اب یہ امر ظاہر ہے - کہ یونس نبی مچھلی کے پیٹ میں مرا نہ تھا زندہ رہا - اسی طرح مسیح بھی قبر میں نہ مرا زندہ رہا تھا - اور صرف اسی بات میں مسیح یونس کا مثیل قرار دیا جا سکتا ہے - مگر عیسائیوں کی زبردستی تو دیکھو - وہ کہتے ہیں - کہ یونس کے معجزہ سے مماثلت صرف مسیح کے معجزہ کی یہ تھی - کہ تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں یونس کا رہنا - اور تین رات دن قبر کے پیٹ میں مسیح کا رہنا - اور بس - لیکن افسوس ہے - کہ مسیحی نہیں سوچتے - کہ اگر یہ مماثلت صحیح تسلیم کر لی جاوے - تو بنا بنایا کام بگڑ جاتا ہے - کیونکہ مسیح تین رات دن قبر میں نہیں رہا - جس کا ثبوت یہ ہے - کہ جمعرات کی شام کو مسیح نے اپنے شاگردوں کے ساتھ فسح کھائی - اور اسی دن پکڑا گیا - جمعہ کے دن صلیب پر چڑھایا گیا - اور جمعہ کی شام کو یوسف ارمتیا کے رہنے والے نے اسکو دفن کیا - اور پھر سبت کے بعد ہفتے کے پہلے دن جی اٹھا - تو اب خود گن لو - جمعہ کی رات - سبت کا دن اور رات غرض دو رات اور ایک دن قبر میں رہا - پھر کیونکر یونس کے تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں رہنے سے مسیح کا دو راتیں اور ایک دن قبر میں رہنا مشابہ ہو سکتا ہے - بلکہ مشابہت تو صرف زندہ رہنے کی حالت میں ہے - نہ کہ مسیح کے تیسرے دن کا جی اٹھنا مشابہ ہے -

پھر ایک اور بات جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح کشمیر میں آیا - یہ ہے - کہ مسیح نے کہا - "اچھا چرواہا میں ہوں جس طرح باپ مجھے جانتا ہے - اسی طرح میں اپنی بھیڑوں کو جانتا ہوں - اور میری بھیڑیں مجھے جانتی ہیں - اور میں بھیڑوں کے لئے اپنی جان دیتا ہوں - اور میری اور بھی بھیڑیں ہیں - مجھے انکا لانا بھی ضروری ہے - اور وہ میری آواز سنیں گی - پھر ایک ہی گلہ اور ایک ہی چرواہا ہوگا" یوحنا ۱۰/۱۴ تا ۱۶

ناظرین غور کریں۔ کہ اگر یہ بات تسلیم کر لیجاوے۔ کہ فلسطین ہی کے یہودیوں سے مسیح نے کہا تھا اچھا چرواہا مَیں ہوں۔ اچھا چرواہا اپنی بھیڑوں کے لیئے جان دیتا ہے یوحنا ۱۱/۱ تو پھر کیا فلسطین ہی کے یہودی مسیح کی بھیڑیں ہو سکتے ہیں۔ اور اگر یہ صیح ہے۔ تو پھر ورس مجولہ بالا۔ کہ مَیں اپنی بھیڑوں کو جانتا ہوں۔ اور میری اور بھی بھیڑیں ہیں۔ مجھے ان کا لانا بھی ضروری ہے۔ اور وہ میری آواز سنیں گی کیا معنی رکھتا ہے۔

ظاہر ہے۔ کہ اس جگہ فلسطین کی بھیڑوں کے سوا مسیح اپنی اور بھیڑیں بھی بتلاتا ہے۔ اور ساتھ ہی دعویٰ کرتا ہے ا۔ کہ مَیں ان کو بھی ضرور لاؤنگا۔ ب۔ اور وہ بھی میری آواز سنیں گی۔ پس اب یہ سوال ہو سکتا ہے۔ کہ پھر وہ کونسی اور بھیڑیں مسیح کی تھیں۔ جن کا لانا ایسا ضروری تھا۔ سو اس کا جواب بجز اس کے اور کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ کہ وہ بھیڑیں در اصل افغان اور کشمیری بنی اسرائیل لوگ تھے۔ جنہوں نے مسیح کو قبول کر کے اس کے اس دعویٰ پر " وہ میری آواز سُنیں گی" مہر صداقت جڑ دی۔ اور اسکے اس الہامی قول کو پورا کر دکھایا۔ اور کشمیر میں آنے سے ہی یسعیاہ نبی کا یہ قول بھی کہ " موعود مسیح دودھ اور شہد کھائیگا" (یسعیاہ ۷/۱۴) صیح ٹھہر سکتا ہے۔ کیونکہ یہ امر ظاہر سے زیادہ ظاہر ہے۔ کہ شام کے ملک میں تو مسیح کو روٹی کی بھی قلت رہی۔ لیکن کشمیر جیسے زرخیز ملک میں وہ جب آیا تو ضرور اس نے دودھ اور شہد کھایا۔ کیونکہ دودھ بوجہ زرخیز ہونے کشمیر کے ایسے بنی اسرائیل لوگوں سے جو کشمیر میں بھی آ کر بھینس گائے۔ اور بکری بھیڑ بکثرت پالتے تھے۔ اسے مہیا ہوگا۔ اور شہد بھی میسر ہوا۔ پس اگر یسعیاہ ۷/۱۴ مسیح کے حق میں ہے۔ تو پھر یہ امر ثابت کرنا کہ اس نے دودھ اور شہد بھی شام میں کھایا تھا۔ بالکل ناممکن امر ہے۔ جب تک کہ یہ نہ تسلیم کیا جاوے۔ کہ وہ کشمیر آیا۔ اور اس جگہ آ کر اس نے یسعیاہ کی اس نبوت کو پورا کیا۔ فقط

(باقی دارد)

عبد الخالق نومسلم

عہد جدید اور مسیحی عقائد

مسئلہ کے لیئے ملاحظہ ہو ریویو بابت ماہ دسمبر سنہ ۱۹۱۵ء

گذشتہ نمبر کے اخیر پر عیسائیوں کی رسم استحکام کا ہم نے ذکر کیا تھا۔ اب عشائے ربانی کی نسبت تحریر کیا جاتا ہے۔

عشائے ربّانی

یہ رسم دراصل وہی رسم ہے۔ جس کا ذکر خروج کی کتاب میں آیا ہے۔ اور لکھا ہے۔ کہ "اور تم بے خمیری روٹی کی یہ عید یاد رکھیو۔ کیونکہ اسی دن میں تمہارے لشکروں کو مصر کی زمین سے باہر لایا ہوں۔ اس لیئے تم اُس دن کو اپنے زمانوں میں ہمیشہ کی رسم کے لیئے یاد رکھیو۔ پہلے مہینے کی چودھویں تاریخ سے شام کو اکیسویں تاریخ تک تم بے خمیری روٹی کھائیو" خروج ۱۲/۱۷و۱۸

حضرت مسیح ناصری چونکہ حضرت موسیٰؑ کی شریعت پر عامل اور یہودی مذہب کے پکے پیرو تھے اسی لیئے ہمیشہ آپنے اس عید کی پوری مذہبی پابندی کی۔ حتیٰ کہ اپنے پکڑے جانے سے چند گھنٹے پہلے بھی وہ فسح کھانے پر بیٹھے۔ اور جب کھا رہے تھے۔ اور آپکے شاگرد بھی کھا رہے تھے۔ تو انہوں نے روٹی لی۔ اور برکت چاہ کر توڑی۔ اور شاگردوں کو دیکر کہا۔ لو کھاؤ۔ یہ میرا بدن ہے پھر پیالہ لیکر شکر کیا۔ اور انہیں دیکر کہا۔ کہ تم سب اس میں سے پی لو۔ کیونکہ یہ عہد کا میرا وہ خون ہے۔ جو بہتیروں کے لیئے گناہوں کی معافی کے واسطے بہایا جاتا ہے۔ میں تم سے کہتا ہوں۔ کہ انگور کے پھل کا یہ رس پھر کبھی نہ پیوں گا۔ اس دن تک کہ تمہارے ساتھ اپنے باپ کی بادشاہت میں نیا نہ پیوں متی ۲۶/۱۷-۲۹

پس یہی وہ بگڑی ہوئی رسم ہے۔ جسے آج عشائے ربانی کہا جاتا ہے۔ کل وہ دعائیں جو اس رسم کی ادائیگی کے وقت آجکل گرجاؤں میں پڑھی جاتی ہیں۔ رسالہ ریویو کے چودہ اوراق میں آسکتی ہیں۔ اس لیئے ہم بوجہ طوالت کے ان دعاؤں کو اس جگہ درج نہیں کرینگے۔ مگر کل وہ امور جو قابل اعتراض ہیں۔ ضرور بیان کرینگے۔

نمبر۱ بدچال۔ پڑوسیوں کا مجرم۔ بغض و کینہ رکھنے والا شخص اس مشارکت میں داخل نہیں کیا جاتا۔ لیکن اسپر ہمارے دو سوال ہیں۔ اوّل۔ یہوداہ اسکریوطی کو جس نے مسیح کو پکڑوانا تھا کیوں مسیح کی آخری فسح میں شامل کیا گیا۔ اور اگر یہ کہا جاوے۔ کہ بظاہر اسکے اس بدارادہ سے کوئی واقف نہیں تھا۔ اس لیئے اسے یہ اجازت دی گئی۔ تو یہ ایک بالکل غلط بات ہے۔ کیونکہ وہی فسح کھاتے وقت مسیح نے کہا تھا کہ تم میں سے (شاگردوں میں سے) ایک مجھے پکڑوائیگا۔ اس کے پکڑوانیوالے یہوداہ نے کہا۔ اے ربی کیا مَیں ہوں اس نے اس سے کہا۔ تُو نے خود کہدیا متی ۲۶/۲۵ پس در انحالیکہ مسیح خوب جانتا تھا۔ کہ مسیح کا پکڑوانیوالا یہوداہ ہے۔ اور شاگرد بھی اس امر سے مطلع ہو گئے تھے۔ پھر اگر بُرے اشخاص کو شامل کرنا بُرا خیال کیا جاتا۔ تو کیوں یسوع اور اس کے حواریین یہوداہ اسکریوطی کے ساتھ فسح کی یہ رسم ادا کرتے۔

نمبر۲ - دعائے ربانی اور موسوی شریعت کے احکام عشرہ کو دُہرانا تو بلاشک تعامل یسوع مسیح میں سے ہے۔ لیکن تقریباً تیس۳۰ لمبی لمبی دعاؤں کی نسبت جو انسانی حکمت کی لفاظی سے مرکب ہیں۔ کہاں لکھا ہے۔ کہ مسیح نے یہی دعائیں اس رسم کی ادائیگی کے وقت پڑھیں۔ ہم بڑے وثوق اور دعویٰ سے یہ کہتے ہیں۔ کہ کوئی مسیحی پادری ہرگز ثابت نہیں کر سکتا۔ کہ یہ دعائیں مسیح یا اسکے حواریوں کے وقت بھی پڑھی جاتی تھیں۔ اور اسی تعامل کو مدِ نظر رکھکر آج کل گرجاؤں میں پڑھی جاتی ہیں۔

نمبر۳ - بائیبل کے مندرجہ ذیل مقامات یسوع اور اسکے حواریین نے اس رسم کی ادائیگی کے وقت بالکل نہیں پڑھے۔ جو آجکل گرجاؤں میں پڑھے جاتے ہیں۔

ا۔ متی ۵/۱۶ و ۶/۱۹و۲۰ و ۷/۱۲ و ۷/۲۱ لوقا ۹/۱۸۔ ب۔ ۱ کرنتھی ۹/۷ و ۹/۱۱ و ۹/۱۳و۱۴ ۲ کرنتھی ۹/۶و۷ گلتی ۶/۶و۷ و ۶/۱۰ و ۱ تمطاؤس ۶/۶و۷ و ۶/۱۷و۱۹ و عبرانی ۶/۱۰ و ۱۳/۱۶ و ۱ یوحنا ۳/۱۷ توبت ۴/۷ و ۴/۸و۹ ۔ ج امثال ۱۹/۱۷ و مزمور ۴۱/۱

جزو ا بے شک مسیح کے کلمات ہیں۔ لیکن عشائے ربانی کے وقت مسیح نے ان کلمات کا اعادہ نہیں کیا۔ جزو ب۔ رسولوں کے خطوط کی وہ عبارات ہیں۔ جو مسیح سے کئی سال۔ بعد کلیسیا کے لوگوں نے بیجا جمع کیں۔ پس اس وقت جبکہ ۲۶/۱۹ متی کی رو سے مسیح نے آخری فسح کھائی تھی۔ یہ کلمات بالکل

نہیں کہے گئے۔ کیونکہ اسوقت تو رسولوں کے خطوط وغیرہ کا وجود بھی نہ تھا۔ لیکن آجکل گرجا گھروں میں کیوں پڑھے جاتے ہیں۔

نمبر ۴ موسوی احکام عشرہ کے پہلے ہر دو احکام کی بجا آوری مسیح اور اسکے حواری اس طرح بجا نہیں لاتے تھے۔ جس طرح کہ آجکل تمام تثلیثی چرچ انکے خلاف عمل کرتے ہیں۔ مثلاً پہلا حکم ہے۔ مَیں خداوند تیرا خدا ہوں۔ تو میرے سامنے کسی دوسرے کو خدا نہ جاننا۔ لیکن اہل تثلیث مسیح کو جو انسان تھا۔ کھاتا تھا۔ پیتا تھا۔ پیدا ہوا۔ مرگیا۔ خدا کہتے ہیں۔ اور نہیں سوچتے۔ کہ اس سے نہ صرف پہلا بلکہ دوسرا✣ حکم بھی یعنی جس میں تراشی ہوئی مورت اور کسی چیز کی صورت کی پرستش کرنا منع کیا گیا ہے۔ ٹوٹ جاتا ہے۔ کیونکہ یسوع بھی آخر انسانوں والی صورت وجسم رکھتا تھا۔

نمبر ۵۔ عقیدہ جو اس میں پڑھا جاتا ہے۔ مسیح اور اسکے رسولوں کی تعلیم کے سراسر خلاف ہے۔ کیونکہ اس میں الوہیت مسیح و الوہیت روح القدس کا اقرار موجود ہے۔ اس عقیدہ کے چار اجزاء ہیں۔ لیکن ہم دکھاتے ہیں۔ کہ پہلے جزو کی رد سے باقی ثلاثہ اجزاء کی تردید ہوتی ہے۔

جزو اول۔ مَیں ایمان رکھتا ہوں۔ ایک خدا قادر مطلق باپ پر۔ جو آسمان وزمین اور سب مرئی اور غیر مرئی چیزوں کا صانع ہے۔ اب ناظرین خوب غور کریں۔ جزو اول میں ہر ایک مسیحی ایماندار عشائے ربانی کے وقت یہ اقرار کرتا ہے۔ کہ مَیں - ا - ایک خدا کو مانتا ہوں۔ ب - یہ کہ وہ خدا قادرِ مطلق ہے۔ ج - یہ کہ وہ باپ ہے۔ نہ کہ بیٹا یا روح القدس۔ د - آسمان وزمین اور تمام مرئی اور غیر مرئی اشیاء کا بنانیوالا ہے۔

لیکن دوسرے جزو میں جو پہلے جزو کی ضد ہے۔ یہ اقرار کیا جاتا ہے۔ "(اور ایمان رکھتا ہوں) ایک خداوند یسوع مسیح پر جو خدا کا ابن وحید ہے۔ کل زمانوں سے پیشتر مولود۔ خدا سے خدا۔ نور سے نور۔ خدائے برحق سے خدائے برحق۔ مصنوع نہیں۔ بلکہ مولود۔ اس کا اور باپ کا ایک ہی جوہر ذات ہے۔ اسکے وسیلے سے کُل چیزیں موجود ہوئیں"

✣ رومن کلیسیا چونکہ بت پرست ہے۔ اس لیئے اس نے اسی احکام عشرہ کے دوسرے حکم کو دو حصوں میں تقسیم کرکے بُت پرستی کو جائز قرار دیا ہے۔ اور اس طرح پراسٹسٹنٹوں سے پیچھا چھڑایا ہے۔ مگر پراٹسٹنٹ خود توحیدیوں سے ڈر کر فی الفور بھاگ جاتے ہیں۔ اور انکے مقابل نہیں ٹھہر سکتے۔ منہ

سب سے پہلے ہم ناظرین کو جتلائے دیتے ہیں۔ کہ اس عقیدہ پر یورپ اور امریکہ میں بڑے بڑے ابحاث ہوئے ہیں۔ جن کی رد سے اس عقیدہ پر صدہا اعتراضات وارد ہوئے ہیں۔ مگر تو بھی زبردستی سے یہ عقیدہ آج تک شائع کیا جاتا ہے۔

ہم کو اسجگہ بتمام وکمال وہ ابحاث دکھانا منظور نہیں۔ صرف چند امور کی تردید کرکے دکھاتے ہیں۔ کہ یہ عقیدہ بائیبل کے صریح خلاف ہے۔

اوّل "مسیح کل زمانوں سے پیشتر مولود ہے" ✣ تثلیثی کلیسیاؤں کے علماء و فضلاء اسکے ثبوت میں مندرجہ ذیل حوالجات پیش کرتے ہیں۔

یوحنا ۱۷/۵ وقلسی ۱/۱۵ و یوحنا ۸/۵۸ ۔ اب ہم ناظرین کو دکھلاتے ہیں۔ کہ ان مقامات سے کیا ثابت ہوتا ہے۔ اور اہل تثلیث کیسے زبردستی کرتے ہیں۔

۱۔ یوحنا ۱۷/۵۔ "اَے باپ۔ تو مجھے اپنے ساتھ اس جلال سے جو مَیں دنیا کی پیدایش سے پیشتر تیرے ساتھ رکھتا تھا۔ بزرگی دے"۔

اس ورس میں اول تو یہ امر قابل غور ہے۔ کہ اس عقیدہ کی جزو اول میں صریح یہ اقرار کیا جاتا ہے۔ کہ خدا قادر مطلق وہی ہے۔ جو باپ ہے۔ نہ بیٹا نہ روح القدس۔ پس یسوع جبکہ خود باپ سے جو خدا اور قادر مطلق ہے۔ بزرگی حاصل کرنے کے واسطے دعا کرتا ہے۔ تو پھر وہ خود کیسی الوہیت رکھتا ہے۔

دوسرے یہ کہ۔ مسیح اسجگہ صرف دنیا کی پیدائش سے پیشتر کا ذکر کرتا ہے۔ نہ پیدائش مطلق سے پیشتر کا خیال ظاہر کرتا ہے۔ اور پھر اس سے یہ سمجھ لینا۔ کہ جو کچھ اس دنیا کی پیدائش سے پیشتر ہے۔ وہ ضرور ازلی اور خود ہست ہے۔ بالکل نادانی ہے۔

✣ الوہیت مسیح کے یہ دلائل اور یورپ و امریکہ کی ابحاث کے حالات عام دیسی پادری اور مناد وغیرہ بالکل نہیں جانتے۔ صرف یوں ہی رٹ لیتے ہیں۔ کہ انجیل کی رد سے مسیح خدا ہے۔ دلائل ان کو یاد نہیں ہوتے۔ اور وہ لوگ جو مشنوں میں کام کرنیوالے ہوتے ہیں۔ جب وہ یہ تمام دلائل اور حالات یاد کر لیتے ہیں۔ تو پھر وہ اس مسئلہ کے منکر ہو جاتے ہیں۔ اور تثلیث والے پھر بحث میں ان سے دق ہو کر انہیں مرتد کہتے ہیں۔ افسوس ہے

اب رہا قلسی ۱۵/۱ - کہ "وہ ساری خلقت کا پلوٹھا ہے۔" (در اصل یہ تمام مقامات یعنی یوحنا ۱/۱ و قلسی ۱۵/۱ و یوحنا ۸/۵۸ ایک ہی مضمون کے ہیں) سو خیال کرنا چاہیئے۔ کہ عہد جدید مسیح کو خلقت مطلق سے پیشتر نہیں کہتا۔ بلکہ اسکو خلقت میں شمار کر کے خلقت کا شروع اور خلقت کا پلوٹھا کہتا ہے۔ پس مسیح مخلوق ہوا۔ خواہ سب مخلوقوں سے اول مخلوق ہو۔ اور وہ حادث ہے نہ کہ قدیم اور ازلی۔ قدیم و ازلی کو تو خلقت کا شروع اور پلوٹھا نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ چیزوں کا شروع بھی اور آخر بھی ہوتا ہے۔

(ج) یوحنا ۸/۵۸ - "پیشتر اس سے کہ ابراہیم ہو۔ میں ہوں۔" لیکن ہم کہتے ہیں۔ کہ ابراہیم سے کیا خود آدم بلکہ زمین و آسمان سے پیشتر ہونا ازلی ہونے کا ثبوت نہیں ہو سکتا۔ اور اسپر خود بائیبل کی سند موجود ہے کیونکہ اگر ان مقامات خصوصاً یوحنا ۱/۱ سے مسیح کا ازلی ہونا تسلیم کر لیا جاوے۔ تو پھر ایمانداروں کو بھی مسیح کی طرح ازلی تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ دیکھو انجیل میں لکھا ہے۔ خدا نے ہم کو بنائے عالم سے پیشتر مسیح میں چن لیا۔ افسی ۱/۴ - اور نیز یہ بھی لکھا ہے۔ خدا نے ہمیں پاک بلاہٹ سے بلایا۔ نہ ہمارے کاموں کے سبب۔ بلکہ اپنے ارادے اور اس نعمت سے جو یسوع مسیح کے واسطے ازل سے ہمیں دی گئی ۲ تمطاؤس ۱/۹ - پس جو شخص یوحنا و قلسی کے مذکورہ مقامات کے رو سے مسیح کو ازلی تسلیم کرتا ہے۔ اسے چاہیئے۔ کہ افسی اور تمطاؤس کے محولہ مقامات کے رو سے سب ایمانداروں کو ازلی تسلیم کر کے خداؤں کی جماعت میں شامل کرے۔

یہ محاورہ تو عہد جدید کا ہے۔ اب عہد عتیق کی نسبت سنو۔ یرمیاہ کی نسبت لکھا ہے۔ کہ "پیشتر اس سے کہ میں نے تجھے پیٹ میں خلق کیا۔ میں تجھے جانتا تھا۔ اور رحم میں سے تیرے نکلنے کے پیشتر میں نے تجھے مخصوص کیا۔ اور قوموں کے لیئے تجھے نبی ٹھہرایا۔" یرمیاہ ۱/۵ - پس اہل تثلیث کو چاہیئے۔ کہ اس محاورہ کے رو سے یرمیاہ کو بھی ازلی خیال کر کے خدا تسلیم کریں۔

پھر یہود کے علم روایات میں بھی یہ محاورہ مستعمل ہوا ہے۔ دیکھو تالمود میں الی الیزر کا قول۔ کہ سات چیزیں دنیا سے پیشتر خلق کی گئیں۔ پھر کیا وہ سات چیزیں بھی ازلی ہیں۔ ہرگز ہرگز نہیں۔

دوئم "خدا سے خدا"۔ افسوس کی بات ہے۔ کہ یہ تسلیم کر لینا۔ کہ مسیح خدا سے خدا ہے۔ بائیبل کے سراسر خلاف ہے۔ اور تثلیثی جو اسپر شواہد لاتے ہیں۔ وہ اس کے بالکل غیر متعلق ہیں۔ ذیل میں بہ تفصیل اسپر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

خدا سے خدا۔ اسکے واسطے مندرجہ ذیل مقامات سے استدلال کیا جاتا ہے۔

ا۔ قلسی ۲/۹ اور یوحنا ۱/۱ ۔ انہی دو مقامات کی رو سے مسیح کو خدا سے خدا تسلیم کیا جاتا ہے۔

قلسی ۲/۹ میں لکھا ہے۔ اُلوہیت کا سارا کمال اس میں مجسم ہوا۔

ناظرین۔ ذرا غور سے سُننا۔ کمال کے لیئے یونانی لفظ πλήρωμα ہے۔ اگر یونانی کا یہی لفظ کسی دوسرے کے واسطے اناجیل میں استعمال ہوا ہے۔ اور اسی مضمون کے ورس میں۔ تو بلاشبہ وہ بھی خدا ہو سکتا ہے۔ پس افسی ۳/۱۹ میں لکھا ہے۔ کہ "تم خدا کے سارے کمال تک بھر جاؤ" اور اس جگہ ایمانداروں کے واسطے کمال تک بھر جاؤ۔ کا حکم ہے۔ اور نیز اسجگہ کمال کیواسطے وہی لفظ πλήρωμα یونانی استعمال ہوا ہے۔ تو پھر ایماندار بھی خدا ہوئے۔

پھر اور سنو۔ پطرس حواری کہتے ہیں۔ "تم گندگی سے جو دنیا میں بُری خواہش کے سبب ہے۔ چھوٹ کر ذات الٰہی میں شامل ہو جاؤ" ۲۔ پطرس ۱/۴ ۔ پس اس قول کی رو سے بھی سب ایماندار خدا ہو سکتے ہیں۔

پھر قلسی ۲/۱۰ میں لکھا ہے۔ "اور تم اسی میں معمور ہو گئے۔ (یعنی مسیح میں) جو ساری حکومت اور اختیار کا سر ہے" پس جس صورت میں یسوع مسیح خدا کی کاملیت سے بھرپور ہو کر خدا ہو سکتا ہے۔ اسی طرح ایماندار مسیح کی کاملیت سے معمور و بھرپور ہو کر مسیح ہو سکتے ہیں۔ اور اگر مسیح خدا ہے۔ تو اور وہ خدا کی کاملیت کی وجہ سے ہے۔ تو پھر ایماندار مسیح ہیں۔ اور اب بخیال اہل تثلیث مسیح خدا ہے اسلیئے سب ایماندار خدا ہوئے۔ ذرا غور کرو۔ افسی ۵/۱ میں پولوس کہتا ہے۔ "پس عزیز فرزندوں کی طرح خدا کی مانند بنو" تو کیا اس کا یہ مطلب ہے۔ کہ سب خدا بن جاؤ۔ پھر اور بھی دیکھو قلسی ۱/۱۹ میں لکھا ہے۔ "کیونکہ باپ کو یہ پسند آیا۔ کہ ساری معموری اسی میں سکونت کرے" دیکھو باپ کی پسندیدگی پر ہی مسیح کا معمور ہونا انحصار رکھتا ہے۔ پس جسکی اُلوہیت کا کمال دوسرے کی پسندیدگی اور مرضی پر منحصر ہو۔ اسکو ہم حقیقی خدا نہیں کہہ سکتے۔ بلکہ حقیقی خدا صرف وہی ہے جسکو مرتبۂ اُلوہیت بذات خاص حاصل ہو۔

(ب) یوحنا ۱/۱-۲ "ابتدا میں کلام تھا۔ اور کلام خدا کے ساتھ تھا۔ اور کلام خدا تھا۔ یہی ابتدا میں خدا کے ساتھ تھا" اوّل تو ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ اس آیت کے مختلف تراجم (اردو و انگریزی) میں

ایک خاص تحریف کیگئی ہے۔ اور مدّت سے ترجمہ غلط لکھا جاتا ہے۔ کیونکہ **لوتھر** اور **وکلف** نے یہ ترجمہ کیا ہے۔ کہ **خدا کلام تھا**۔ اور ڈاکٹر **کیمبل** صاحب فرماتے ہیں۔ کہ پُرانا انگریزی ترجمہ جو ہنری ہشتم کے عہد میں رائج تھا۔ یہی تھا۔ کہ خدا کلام تھا۔ نہ کہ کلام خدا تھا۔ پس آج کل جو محرف و غلط ترجمہ ہے۔ وہ قابل بحث نہیں ہو سکتا۔ اور صحیح ترجمہ جس کا ہم نے ذکر کیا اُلوہیّت مسیح کا انکاری ہے۔ فیلو جو اسکندریہ کا مشہور یہودی فیلسوف مسیح کا ہمعصر تھا۔ لکھتا ہے کہ "حقیقی خدا تو ایک ہی ہے۔ لیکن وہ جو خدا کہلاتے ہیں۔ بہت ہیں۔ اس لیئے کتاب مقدس حقیقی خدا کا مذکور بذریعہ آرٹیکل (حرف تعریف) ὁ θεός کے کرتی ہے۔ ✤

ڈاکٹر وینر صاحب اپنی گرامر دفعہ ۱۹ میں لکھتے ہیں۔ کلام خدا کے ساتھ تھا۔ اس میں آرٹیکل (حرف تعریف) ہرگز متروک نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اگر یوحنا نے چاہا تھا۔ کہ لوگس کو ὁ θεός حقیقی خدا کہے۔ کیونکہ ایسے علاقہ میں θεός ذومعنی تھا۔ پس یہ ظاہر ہے۔ کہ یوحنا نے عمداً آرٹیکل ترک کیا۔ ایک تو بوجہ صریح **تقابل خدا** کے ساتھ کی آیت اور ۲۔ دوئم بوجہ کل بیان **لوگس** کے۔

پس ظاہر ہوا۔ کہ کلام کو خدا سے جدا کسی حقیقی معنے میں خدا نہیں کہا۔ بلکہ اسکو مجازاً خدا کا لقب دیا ہے۔

پس ناظرین اہل تثلیث سے دریافت کریں۔ کہ وہ کیوں مسیح کو خدا سے خدا کا لقب دیتے ہیں۔ درآنحالیکہ عہد جدید اسے خدا نہیں کہتا۔

سوئم۔ "اس کا اور باپ کا ایک ہی جوہر ذات ہے۔"

ہم نے اوپر ثابت کر دیا کہ یہ بالکل غلط ہے۔ خدا اور ہے۔ اور مسیح اور۔ لیکن ہم اجگہ اہل تثلیث سے پوچھتے ہیں۔ کہ اگر مطابق یوحنا ۱؎ اس بات کو تسلیم کر لیا جاوے۔ کہ یہی ابتدا میں خدا کے ساتھ تھا۔ (یعنی مسیح) اور خدا تھا۔ یا آنکہ دوسرا اقنوم تھا۔ تو پھر تمہارے عقیدہ کا جزو ثالث۔ جس میں

✤ چونکہ یہ امر قواعد زبان کے متعلق ہے۔ اس لیئے ہم نے اس عالم کی رائے اس بحث میں بیان کر دی۔ جس نے زبان یونانی اور خصوصاً انجیل کی صرف و نحو لکھی ہے۔ اور اس لیئے اہل تثلیث اس کے مقابل میں کچھ بول نہیں سکتے۔ منہ

روح القدس کو خدا کہا جاتا ہے۔ بالکل غلط ٹھہرتا ہے۔ اور تثلیث ٹوٹ جاتی ہے۔ کیونکہ اس جملہ سے کہ "ابتدا میں کلام تھا۔ اور کلام خدا کے ساتھ تھا اور کلام ہی خدا تھا۔ **یہی ابتدا میں خدا کے ساتھ تھا"** پوری تردید تثلیث کی ہوتی ہے۔ اور یہ اخیری جملہ کہ "یہی خدا کے ساتھ تھا" ثابت کرتا ہے۔ کہ خدا میں تثلیث نہیں۔ بلکہ تثنیہ ماننا چاہیئے۔ کیونکہ لکھا ہے۔ "یہی ابتدا میں خدا کے ساتھ تھا" اگر الوہیت میں کوئی تیسرا اقنوم بھی ہے۔ تو پھر یہی ابتدا میں خدا کے ساتھ نہ تھا۔ بلکہ اور بھی ابتدا میں خدا کے ساتھ تھے۔

پس اس حالت میں سلبین کی بدعت ٹھیک نکلی۔ کیونکہ وہ لوگ کہتے تھے۔ کہ باپ مجسم ہو کر مسیح میں آیا۔ اور ثلاثہ اقانیم غلط ٹھہرے۔

پھر کلیسیا کے عقیدہ میں جو ایک اور چوتھا جزو ہے۔ وہ بھی قابل اعتراض ہے۔ جس میں لکھا ہے۔ کہ "میں ایمان رکھتا ہوں۔ ایک مقدس کاتلک کلیسیا رسلیہ پر" الخ؛

ہم کہتے ہیں۔ رسولی کلیسیا تو رسولی عقیدہ کے ساتھ ہی تم لوگوں نے چھوڑ دی۔ اب تو اتاناسس کی کلیسائیں موجود ہیں۔ ہاں رومن کیتھلک کلیسیا اگر بت پرست نہ ہوتی۔ تو وہ کہ سکتی تھی۔ کہ کم از کم ہم اس سلسلے کو تو تسلیم کرتے ہیں۔ جو مسیح اور اسکے رسولوں کے وقت سے چلا آتا ہے۔

رسمِ نکاح

مُدّت تک کلیسیا کے پادری مذہبًا و شرعًا شادی نہ کر سکتے تھے۔ لیکن جب مارٹن لوتھر نے پراٹسٹنٹ مذہب کی بنیاد ڈالی۔ تو اس وقت سے آج تک پادری بھی شادی کر سکتے ہیں۔ مگر ہم نہیں کہہ سکتے کہ جس صورت میں خود مسیح نے شادی نہیں کی۔ پھر کیونکر عیسائی شادی کرنا پسند کرتے ہیں۔ بلکہ یوں کہیں کہ فی ہزار ایک بھی ایسا عیسائی نہیں مل سکتا۔ جو مسیح اور پولوس کی اس سُنّت کو بجا لا سکتا ہو۔ پادری کہتے ہیں۔ اور خاص طور پر خطبۂ نکاح میں پڑھا جاتا ہے۔ کہ اس پاک حالت یعنی نکاح کو مسیح نے قانائے جلیل میں اپنی خاص حضور سے زیب و زینت بخشی۔ اور اسی وقت اپنا پہلا معجزہ دکھلانے سے اس کو رونق عطا کی۔ یوحنا ۲ ؍ ۱ تا ۱۱

لیکن پادری صاحبان غور کریں۔ اور انہیں معلوم ہو جانا چاہیئے۔ کہ اگر مسیحیت کے رو سے شادی کرنا بہ نسبت شادی نہ کرنے کے اچھا تھا۔ تو پھر مسیح اور پولوس نے کیوں شادی نہ کی۔

یہود میں جو رواج شادی تھا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس جگہ تحریر کر دیا جاوے۔ اور پھر مابعد فی زمانناجو عیسائیوں میں رسومات ہیں۔ تحریر کر کے ہر دو طریق کا مقابلہ کر کے دکھایا جائے تا ناظرین پر نشیب و فراز ظاہر ہو جاوے۔

اول یہودی رواج قبل از موسیٰؑ:۔ قبل از زمانہ موسیٰؑ اور بعد از زمانہ موسیٰؑ منگنی اور نکاح دو باتیں تھیں۔ موسیٰؑ سے پہلے یہ دستور تھا۔ کہ جب اضحاقؑ ابراہیمؑ کے بیٹے کی شادی کا اہتمام ہونے لگا۔ تو سب بندوبست ابراہیمؑ کے خادم کے ذریعہ سے کیا گیا۔ اسجگہ سے پتہ چلتا ہے، کہ اگر منگنی کے بعد مباشرت شرط ہوتی۔ (جیسا کہ آجکل بعض مسیحی کلیسیائیں خیال کرتی ہیں) تو اضحاق کو خود ہی جانا پڑتا۔ ربقہ کے رشتہ داروں کی طرف سے اقرار ہو گیا۔ پیدائش ۲۴/۵۱ اور لڑکی کو مہر دیا گیا۔ اور اس کی ماں اور بھائی کو نذریں مل گئیں۔ ورس ۵۳ ان رسوم سے وہ منگیتر اضحاقؑ کی جورو ہو گئی۔ اس جگہ مباشرت کا کوئی ذکر نہیں۔ اور نہ طرفین میں سے کسی نے اسکو ضروری سمجھا اور یہ رسم بھی قبل از موسیٰؑ تھی۔ کہ منگنی یا شادی کے مابعد فی الفور کوئی شوہر اپنی بیوی کو اپنے ہاں نہیں لے جا سکتا تھا۔ چنانچہ پیدائش کے اسی مذکورہ قصہ میں لکھا ہے۔ منگنی کے بعد لڑکی کی ماں اور بھائی نے کہا۔ کہ اسے چند روز ہمارے پاس رہنے دے۔ بعد اس کے وہ جائے گی۔ اور پھر بعد اسکے آخری رسم کے بعد وہ اپنے شوہر کے ہاں چلی گئی۔ ورس ۶۰

اسجگہ سے صاف ظاہر ہے۔ کہ عورت کو گھر لانا یا اسے لینا یہودیوں کا نکاح ہوا کرتا تھا کیونکہ اسی جگہ آگے لکھا ہے۔ اور ”اضحاقؑ اسے اپنی ماں سرہ کے خیمہ میں لایا۔ اور ربقہ کو لیا۔ اور وہ اسکی جورو ہوئی“۔ اور چونکہ عبرانی میں لفظ لینا یا جورو لینا کے سوا نکاح کیلئے اور کوئی لفظ نہیں ہے۔ اس سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ لینا اور گھر لانا ہی نکاح تھا۔

بعد از زمانہ موسیٰؑ بھی منگنی اور نکاح میں فرق تھا۔ اور وہی پرانا طریقہ تھا۔ جس کا ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں۔ دیکھو استثنا ۲۰/۷ اور القضات ۱۴/۸ سے صاف مترشح ہوتا ہے۔ کہ سمسون اپنی منگیتر کو منگنی کے بعد فوراً نہیں بلکہ کچھ مدّت بعد لایا۔

یہود کی رسم منگنی میں مرد و عورت کے شوہر و زوجہ ہو کر رہنے کے عہد و پیمان ہو جاتے تھے۔ جو پختہ اور پورے خیال کیئے جاتے تھے۔ اور پھر دہرائے نہ جاتے تھے۔ اس لیئے

مرد عورت کو بلا طلاق نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ اور لڑکی شریعت کی نگاہ میں اس آئندہ شوہر کی جورو بھی جاتی تھی۔ کیونکہ استثنا ۲۳-۲۳ و ۲۴ میں کنواری منگیتر کو جورو بھی کہا ہے۔

ڈاکٹر سمتھ صاحب کی بائبل ڈکشنری میں طالمود سے یہ تین باتیں درج ہیں یعنی زر معاہدہ مباشرت اول۔ زر۔ ایک رقم نقدی یا اسکے برابر مالیت کی کچھ چیز گواہوں کے روبرو دیتے تھے۔ اور منگنی کا باہم اظہار ہوتا تھا۔ دوسرا طریق بجائے زبانی کے تحریری معاہدہ سے خواہ رقم زر کے ساتھ ہو۔ خواہ بغیر اسکے اور تیسرا طریق نکاح۔ اگرچہ شرعاً جائز یا پختہ تھا۔ تاہم قوانین اخلاق کے برخلاف ہونے کے سبب نہائیت وسعت و جرأت کے ساتھ روکا یا ڈانٹا جاتا تھا۔

ڈاکٹر گنگ نام گیگی صاحب کی کتاب لائف اینڈ ورڈس آف کرائسٹ میں لکھا ہے۔ کہ منگنی دستور کے موافق خوشیوں کے ساتھ دُلہن کے گھر میں سائبان کے نیچے کی جاتی تھی جو اس موقعہ کے لیئے کھڑا کیا جاتا تھا پھر اسکو شرعی کرنے کے لیئے۴ یا ایک نوشتہ جسمیں ایسے ہی الفاظ اور لڑکی کا نام لکھا جاتا تھا۔ اور اسکے گواہوں کے روبرو دُلہن کو دیا جاتا تھا۔ منگنی کا بندوبست باپ کیا کرتے تھے۔ اور انکے فوت شدہ ہونے کی حالت میں والدہ یا محافظ کیا کرتے تھے۔ اور اگر دُلہن کے بھائی ہوں۔ تو انکی رضامندی مطلوب ہوتی تھی۔ قدیم زمانوں میں گواہوں کے سامنے معاہدوں کا دستور کثرت سے تھا۔ جو بعض اوقات قسم سے پختہ کیئے جاتے تھے۔ لیکن اسیری کے بعد تحریری نقشہ قانون ہوگیا۔ اور اگرچہ منگنی اصل میں نکاح تھی۔ اور صرف طلاق نامہ سے ٹوٹ سکتی تھی۔ تاہم منگیتر فوراً اپنے شوہر کے گھر نہ جاتی تھی۔ اسے رفیقوں سے جدائی کا دُکھ کم کرنے کے لیئے اور طیاری کے لیئے کچھ اور عرصہ ان کی خدمت کرنے کے لیئے آخری رسم سے پہلے ملتا تھا۔ خواہ چند ہفتے ہوں۔ خواہ چند مہینے یا چند سال:۔

یہاں تک تو ہم نے قبل از مسیح ابراہیم کے عہد سے لیکر شادی کے قواعد و ضوابط ناظرین کو بتائے ہیں۔ اب آئندہ عیسائیوں کے موجودہ رواج لکھکر بتائینگے۔ کہ کٹو صاحب کی سائیکلوپیڈیا کے بموجب رسومات کلیساؤں میں رائج ہیں۔ کسقدر بائبل کے صریح خلاف ہیں۔ اور کہ انکی رو سے کسقدر اعتراضات مسیحیت پر عائد ہوتے ہیں:۔ فقط باقی دارشتہ

ع۔ خ نومسلم

۴ وہ دولہا دُلہن کو ایک چاندی کا ٹکڑا یا اسکی مالیت گواہوں کے۔ انپر یہ لکھکر دیتا تھا۔ کہ دیکھو میرے ساتھ تیری منگنی ہوئی۔

کامل مذہب نمبر ۷

(رقمزدہ پروفیسر مولوی عطاء الرحمن صاحب ایم۔اے)
انگریزی سے اُردو میں ترجمہ کیا گیا۔

بیاہ اور طلاق

اسلام سے قبل عورت کی کیا حالت تھی

رائٹ آنریبل سید امیر علی فرماتے ہیں۔ "جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اسلامی شریعت نے عورتوں کے ساتھ نہایت سختی کا برتاؤ روا رکھا اور عورت کی حیثیت کو گرا دیا ہے اُنکے خیال خام کی تردید اسلامی قانون شریعت کی تمام تاریخ بڑے زور سے اور زبردست طور پر کر رہی ہے۔" اب جو شخص سید موصوف کی رائے کو واقعات کی روشنی میں دیکھنے اور حقیقت کے روئے منور کی زیارت کرنے کا مشتاق ہو اُسے لازم ہے کہ وہ پہلے اپنے تئیں زمانہ جاہلیت کے عربوں کی حالت سے آشنا کرے اور دیکھے کہ حضرت شارع اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور مصلحانہ کوششوں سے قبل عرب میں عورت کی کیا حیثیت اور کیسی ذلیل حالت تھی۔ اسمیں شک نہیں کہ خانہ بدوش بدوی لوگ خوبصورت جنس کے لیئے بہادرانہ جذبات رکھتے تھے اور قدیم عرب کے اشعار میں محبت وعشق کے قصص کے ساتھ ساتھ عورتوں کی حفاظت کا تذکرہ اور بہادران عرب کے شجاعانہ کارناموں کا ذکر ہے۔ مگر اسمیں بھی کلام نہیں کہ صحرائے عرب کے باشندوں نے اِن جذبات شجاعت و تہوّر کو اپنے دیگر عادات کے باعث بدنام کر رکھا تھا۔ اور فرقہ اناث کی نسبت ایسے ذلّت آمیز اور پُرحقارت خیالات اُنکے مزاج میں سرایت کر چکے تھے کہ جن کا نکالنا گو ایک شکل و محال امر معلوم ہوتا تھا تاہم مقدر تھا کہ اسلام کے ذریعہ سے ان گندوں کی اصلاح ہو جائے اور آدم کی بیٹیاں ذلّت کے گڑھے سے نکلکر اُس کرسی عزت وعفت پر جگہ لیں جو خالق ذکور و اناث نے موخر الذکر طبقہ کے لیئے مخصوص کر رکھی تھی۔ چنانچہ لکھا ہے کہ جو شہر و دیہات تجارت کا مرکز بنتے انہیں عورتوں کی حالت خصوصیت سے قابل رحم تھی اور یہ غریب فرقہ مرد زبردست جنس کے ظلم و ستم کا

تختۂ مشق تھا۔ اور بقول لین پول "قدیم عربوں میں مناکحت کا رشتہ بہت کمزور تھا۔ نکاح کی رسم نہایت مختصر تھی۔ مرد کہتا تھا خطب یعنی مَیں شادی کے لئے درخواست کرتا ہوں اسکے جواب میں لڑکی کا ولی کہتا تھا نکح یعنی مَیں شادی کر دیتا ہوں۔ اس طرح ان مختصر الفاظ کے ساتھ ہی عقدہ نکاح بندھ جاتا اور جب اُسے توڑنا مقصود ہوتا تو پھر بھی ایسی ہی آسانی و اختصار سے کام لیا جاتا۔ اور عربوں میں طلاق کی کثرت کا ہونا ثابت کرتا ہے کہ اُنکے درمیان تعلقات زن و شوئی کو چنداں مستحکم و مستقل خیال نہیں کیا جاتا تھا۔"

اسلام سے قبل عورت کو یہ حق نہ تھا کہ وہ اپنی شادی کے متعلق اظہار رائے کر سکے۔ اُس کے ولی کو حق حاصل تھا کہ جس سے چاہے اُسکی شادی کردے۔ شادی کے بعد وہ اپنے میاں کی جائداد متصوّر ہوتی۔ اور جس طرح باپ کے مرنے پر بیٹا اپنے باپ کے ترکہ پر قبضہ کرتا ہے اسی طرح عرب باپ کا بیٹا اُسکی موت پر اپنی حقیقی ماں کے سوا باپ کی دوسری بیویوں کا وارث قرار دیا جاتا بیوہ پر قبضہ کرنے کا یہ دستور تھا کہ اُسکے میاں کی موت کے بعد معاً گھر کا وارث بیوہ پر چادر ڈال لیتا اگر کوئی بیوہ چادر ڈالنے سے قبل گھر سے بھاگ جاتی تو پھر وارث اُسکے مملوکہ جہیز پر قبضہ کرلیتا اور اُسے چھوڑ دیتا۔ اگر بہت سی بیوائیں اور کئی ایک وارث ہوتے تو ترکہ کے ساتھ ہی بیواؤں کی بھی تقسیم عمل میں آتی۔ بیویوں کی تعداد محدود نہ تھی ہر شخص مجاز تھا کہ جتنی عورتوں سے چاہے شادی کرلے۔ پھر اس غیر محدود کثرت کے ساتھ ہی یہ ستم بھی تھا کہ مرد عورتوں پر بے انتہا سختی و ظلم کرتے تھے۔ زنا بکثرت و عام تھا۔ ماں بہن اور بیٹی کی تمیز نہ تھی۔ اگر کوئی یتیم لڑکی کسی کے زیر تربیت ہوتی تو بسا اوقات ایسا ہوتا کہ وہ شخص اس غریب بے کس لڑکی کی عصمت پر حملہ آور ہوتا۔ اور یتامیٰ کی جائداد کو ہڑپ کر لینا تو کوئی بڑی بات ہی متصوّر نہ ہوتی تھی۔ لڑکیوں کو زندہ گاڑنے کا رواج اسقدر عام تھا کہ خدائے تعالیٰ نے اس کا ذکر کتاب پاک میں کیا اور مسلمانوں کو اسکے استیصال کی طرف خاص توجہ دلائی۔ چنانچہ فرمایا۔ ویجعلون للّٰہ البنات سبحانہ و لھم مایشتھون۔ واذا بشر احدھم بالانثیٰ ظل وجھہ مسودًا وھو کظیم۔ یتواریٰ من القوم من سوء ما بشر بہ۔ ایمسکہ علیٰ ھون ام یدسہ فی التراب الا ساء ما یحکمون (سورہ نحل ایت ۵۹ تا ۶۱)

ترجمہ۔ یہ منکر (فرشتوں کو) خدا کی بیٹیاں ٹھہراتے ہیں سبحان اللہ (خدا کے لیئے بیٹیاں) اور انکے لیئے من مانے (بیٹے) اور جب انہیں سے کسی کو بیٹی (کے پیدا ہونے) کی خبر دیجائے تو مارے رنج کے اُس کا مُنہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ غصہ کو زہر کے سے گھونٹ کی طرح پی کر رہجاتا ہے لوگوں سے بیٹی کی عار کے مارے چھپتا ہے اور (منصوبے سوچتا ہے) کہ آیا (اس) ذلّت پر بیٹی کو لیئے رہے یا اسکو مٹی میں گاڑ دے۔ دیکھو تو یہ لوگ کیسا بُرا فیصلہ کرتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے متعلق کیا کیا اصلاحیں کیں؟

عورتوں کے لیئے ایک دستگیر

ہم نے عرب کی جس حالت کا نقشہ محولہ بالا سطور میں کھینچا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دنیا کے دوسرے ممالک کیطرح بلکہ ان سے بھی بڑھکر خطۂ عرب میں فرقہ اناث مردوں کے ظلم وستم کا شکار تھا اور ساتویں صدی مسیحی کے ابتدائی نصف میں تو یہ ظلم اپنی انتہائی حالت کو پُہنچ چکا تھا اور ضرورت تھی کہ **طبقہ نسوان** کی حفاظت کے لیئے کوئی **دستگیر ومحافظ** پیدا ہو۔

وہ دستگیر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تھے

اس ضرورت کے مطابق اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ سلم کو طبقہ نسوان کا دستگیر ومحافظ کر کے مبعوث کیا اور۔ وہ نبیوں میں رحمت لقب پانیوالا مرادیں غریبوں کی بر لانیوالا۔ نکلکر حرا سے سوئے قوم آیا ۔ وہ اک نسخہ کیمیا ساتھ لایا۔ یہ نسخہ کیمیا (قرآن شریف) اُس رحمۃ للعالمین طبیب کے ہاتھ میں حوّا کی مظلوم بیٹیوں کے گہرے زخموں کے لیئے نوشدارو ثابت ہُوا۔ اور آسمان سے آنیوالے پاک مذہب (اسلام) نے

اسلام نے کیا اصلاحیں کیں

عورتوں کا احترام کرنے کا حکم دیا۔ قابل نفرت تعلقات زن وشوئی کی ممانعت فرمائی۔ طلاق کو چند در چند قیود کے ماتحت کر دیا۔ زنا اور بدکاری کی سخت سزا رکھی۔ یتیم لڑکیوں کی عصمت وجائداد کی حفاظت کا انسداد کیا اور لڑکیوں کو زندہ گاڑے کی بعید از انسانیت رسم کا قلع قمع کیا۔

ذیل میں ہم قرآن مجید سے چند ایسی آیات نقل کرتے ہیں جن کی تعلیم کے ماتحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اصلاحات کو رائج کیا اور وہ یہ ہیں۔

کن عورتوں سے نکاح جائز نہیں

ولا تنکحوا ما نکح اٰباؤکم من النساء الا ما قد سلف ط انہٗ کان فاحشۃً ومقتاً وساء سبیلاً ۞ حرمت علیکم امہٰتکم و بنٰتکم واخوٰتکم وعمّٰتکم وخٰلٰتکم وبنٰت الاخ وبنٰت الاخت وامہٰتکم التی ارضعنکم واخوٰتکم من الرضاعۃ وامہٰت نسائکم وربائبکم التی فی حجورکم من نسائکم التی دخلتم بہن فان لم تکونوا دخلتم بہن فلا جناح علیکم وحلائل ابنائکم الذین من اصلابکم وان تجمعوا بین الاختین الا ما قد سلف ط ان اللہ کان غفوراً رحیماً ۞ (النساء ۲۲، ۲۳ رکوع ۳ و ۴) ترجمہ۔ نہ نکاح میں لاؤ اُن عورتوں کو جنکو نکاح میں لائے تھے تمہارے باپ۔ ہاں جو پہلے ہو چکا (وہ ہو لیا) تحقیق یہ ایک بے حیائی اور قابل نفرت امر ہے اور بُرا راہ ہے۔ حرام ہوئیں تم پر تمہاری مائیں اور بیٹیاں اور بہنیں اور پھوپھیاں و خالائیں اور بھائی کی بیٹیاں اور بہن کی بیٹیاں اور وہ مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا ہو اور دودھ کی بہنیں اور تمہاری بیویوں کی مائیں اور وہ بیٹیاں جو تمہارے زیر پرورش ہیں اور ان عورتوں کے پیٹ سے ہیں جنسے تم نے صحبت کی ہے۔ ہاں اگر (اُن عورتوں سے) تم نے صحبت نہ کی ہو تو پھر تم پر کوئی گناہ نہیں۔ اور تمہارے صلبی بیٹوں کی بیویاں۔ اور یہ کہ جمع کرو دو بہنوں کو خیر جو پہلے ہو چکا وہ ہُوا تحقیق اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

زنا کا انسداد

پھر فرمایا۔ والتی یاتین الفاحشۃ من نسائکم فاستشہدوا علیہن اربعۃً منکم ج فان شہدوا فامسکوہن فی البیوت حتی یتوفٰہن الموت او یجعل اللہ لہن سبیلاً ۞ والذان یاتینہا منکم فاٰذوہما ج فان تابا واصلحا فاعرضوا عنہما ط ان اللہ کان توّاباً رحیماً ۞ (النساء ۱۵ و ۱۶ رکوع ۳)

ترجمہ۔ اگر تمہاری عورتوں میں سے کوئی بدکاری کرے تو اُس پر اپنے لوگوں میں سے چار مرد گواہ لاؤ پھر اگر وہ گواہی دیں تو اُنکو بند رکھو گھروں میں جبتک کہ موت اُنکا کام پورا کرے یا

اللہ تعالیٰ اُنکے لیئے کوئی راہ پیدا کردے۔ اگر تم میں سے دو ایسا ہی جرم کریں تو اُنکو سزا دو۔ اگر وہ توبہ کریں اور سنوار پکڑیں۔ تو اُنکی طرف سے مُنہ پھیر لو کیونکہ اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنیوالا مہربان ہے۔

زنا کی سزا | محولہ بالا آیات پر مفسرین نے مختلف آرائے کا اظہار کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ جس سزا کا پہلی آیت میں ذکر ہے اُسکی بجائے بعد میں ذیل کی سزا تجویز ہوئی۔ الزّانیۃ والزّانی فاجلدوا کلّ واحدٍ مّنھما مائۃ جلدۃٍ وّلا تأخذکم بھما رأفۃ فی دین اللہ ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الاٰخر ولیشھد عذابھما طآئفۃٌ مّن المؤمنین ٥ (سورۂ نور آیت ۲) ترجمہ۔ زانی مرد اور زانی عورت دونوں میں سے ہر ایک کو ایک سَو کوڑا لگایا جائے۔ اور اگر تم اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو تو اس الٰہی حکم کی تعمیل میں تمھیں ذرا بھی رحم نہ آنا چاہیئے اور اس سزا کے وقت مومنوں کا ایک گروہ بھی حاضر ہو۔

بیاہی ہوئی عورتوں کے
لیئے رجم یعنی سنگسار کرنے
کا حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی اس حدیث میں ہے کہ
الثیب بالثیب الرجم

ہم بیاہی ہوئی عورت کیلئے سزائے رجم اور سنگساری کے لیے

دختر کشی کا انسداد | اب ملاحظہ ہو کہ دختر کشی کی کس طرح ممانعت فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

(۱) ولا تقتلوا اولادکم من املاقٍ نحن نرزقکم وایاھم (انعام آیت ۱۵۲)

ترجمہ۔ اور اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے قتل مت کرو۔ ہم رزق دیتے ہیں تم کو اور نیز اُنکو۔

(۲) واذا المؤدۃ سئلت۔ بایّ ذنبٍ قتلت۔

ترجمہ۔ جب زندہ دفن کی ہوئی لڑکی سے سوال کیا جائیگا کہ وہ کس گناہ کے بدلے قتل کیگئی تھی۔

(۳) ولا تقتلوا اولادکم خشیۃ املاقٍ نحن نرزقھم وایاکم ان قتلھم کان خطأً کبیرًا ٥ (بنی اسرائیل آیت ۳۳)

ترجمہ - اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل مت کرو ہم زرق دیتے ہیں انکو اور نیز تمکو۔ تحقیق انکا قتل کرنا بھاری گناہ ہے۔

یتامیٰ کے اموال کی حفاظت کے احکام

خدا تعالیٰ کی پاک کتاب نے یتامیٰ کے اموال کی حفاظت کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے۔ وآتوا الیتمیٰ اموالھم ولا تتبدلوا الخبیث بالطیب ولا تأکلوا اموالھم الیٰ اموالکم۔ انہ کان حوبا کبیرا ہ وان خفتم الا تقسطوا فی الیتمیٰ ہ فانکحوا ما طاب لکم من النساء۔ ترجمہ - اور یتیموں کے مال اُنکے حوالے کردو۔ اور اپنی بُری چیز کو اُنکی اچھی چیز کی جگہ مت رکھو۔ اُنکے اموال کو اپنے مال میں ملا کر نہ کھاجاؤ۔ تحقیق یہ بڑا گناہ ہے۔ اور اگر تم کو خوف ہو کہ تم یتامیٰ کے بارہ میں انصاف سے کام نہ لے سکو گے تو دوسری عورتوں میں سے دل پسند عورتوں سے نکاح کرلو۔ النساء آیت ۲ و ۳۔

ان الذین یأکلون اموال الیتمیٰ ظلماً انما یأکلون فی بطونھم نارا ہ وسیصلون سعیرا ع (النساء آیت ۹) ترجمہ۔ تحقیق جو لوگ یتیموں کے مال کو ظالمانہ طور سے کھا جاتے ہیں سوائے اسکے نہیں کہ وہ اپنے پیٹ میں آگ کھلتے ہیں اور عنقریب وہ دوزخ میں داخل ہونگے۔

ایک غیر مسلم صداقت کی تائید کرتا ہے

یتامیٰ سے نیک سلوک کرنے اُنکے حقوق کی نگہداشت رکھنے اُنکے اموال کو بچانے کی تاکید نہ صرف قرآن مجید ہی میں ہے بلکہ قرآن کریم کی صحیح اور بہترین تفسیر احادیث نبوی بھی ان احکام سے مملو ہیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یتامیٰ کا ذکر ہمیشہ نہایت محبت سے کیا کرتے اور آپکو ہمیشہ اپنی حالت یتیمی یاد رہتی۔ آپکے وجود سے یتامیٰ کی حالت پر جو اثر ہوا۔ آپکی تعلیم نے اس بدرسم کی اصلاح میں جسقدر حصہ لیا اسکو مدِ نظر رکھکر فاضل ویری ... ... لکھتے ہیں۔ "آپنے یتامیٰ کی بدحالت کو درست کرنے کی طرف جو توجہ کی اور اُنکی بہتری کا جو فکر رکھا وہ قابل تعریف ہے یتامیٰ کو ستانے والوں کی نسبت آپکا سخت لعنت ملامت سے کام لینا ظاہر کرتا ہے کہ آپ اس بدی کی اصلاح کے لیئے سخت تڑپ رکھتے تھے"

اسلامی قوانین کا واضع خالق فطرت ہے

اسلامی شریعت کے قواعد متعلق بیاہ و طلاق ایسی طرز پر واقع اور اس طرح وضع ہوئے کہ انکی رو سے عورت و مرد کی جداگانہ شخصیت بھی قائم رہتی ہے اور شادی کے تعلقات میں بھی کوئی فرق نہیں آتا۔ یہ قوانین بتاتے ہیں کہ انکے وضع کرنے والی کوئی ایسی ہستی ہے جسے انسان کی فطرت کا بخوبی علم ہے اسلیئے اُس نے فطرت کے تقاضوں کو مدِ نظر رکھکر اتفاقیہ پیش آجانیوالی ضرورتوں کے لیئے بھی مخصوص قواعد مرتب کر دیئے ہیں۔ پھر یہ قواعد ہیں بھی ایسے کہ ادنیٰ سے ادنیٰ غریب آدمی بھی اُن سے متمتع ہو سکتا ہے۔

اسلامی قوانین اصول میانہ روی پر مبنی ہیں

یاد رکھنا چاہیئے کہ اسلام کے تمام احکام میانہ روی اور طریق اوسط پر مبنی ہیں۔ اور تمام احکام میں انتہائی نقطوں کو ترک کر کے نقطہ ہائے وسط کو اختیار کیا گیا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وجعلنٰکم امۃ وسطاً۔ ترجمہ۔ اور ہم نے تمکو ایک میانہ رو قوم بنایا ہے۔

اب تمام دوسرے احکام کی طرح بیاہ و طلاق کے حکموں میں بھی اسی میانہ روی کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ اور اگر بعض اغراض کے لیئے ایک سے زیادہ بیوی کی اجازت یا مجبوری کی حالت میں میاں بیوی کے انقطاع تعلق کا جواز ہے تو اس کا منشا محض اوسط روی کے اصول کا اتباع اور انسانی فطرت کے تقاضوں کی تعمیل ہے۔

اسلامی تعلیم کی مسلمانوں کے ہاتھوں خلاف ورزی

مگر یہ امر سخت قابل افسوس ہے کہ اسلام کی تعمیل کے بعض بہترین ارکان کی مسلمانوں نے آجکل ایسی خلاف ورزی کی ہے اور آنحضرت صلعم کے قیمتی ارشادات کو اس طرح پسِ پشت ڈالدیا گیا ہے کہ توبہ بھلی۔ مسلمانوں میں سے عوام یا خواص کی انفرادی کارروائیاں بھی گو اپنا بد اثر رکھتی تھیں مگر یہاں تو غضب یہ ہوا کہ بعض مسلمان کہلانیوالے ممالک و حکومتوں نے بھی دین فطرت کی پاک و مطہر تعلیم کے ساتھ مذاق و تمسخر روا رکھا ہے اور جن امور کی بطور علاج یا تقاضائے فطرت کے ماتحت اجازت تھی انکو ایسا عام کیا ہے کہ گویا اسلام کے اصل احکام ہی وہ تھے۔

اس خرابی کی ذمہ واری

حضرت شارع اسلام کی پاک اور تزکیہ نفس کرنے والی تعلیم کے ساتھ اس غیر فیاضانہ سلوک کی ذمہ داری اُن مدعیان علم و فضل پر عاید ہوتی ہے جنہوں نے

کھلی کھلی اور بہترین تعلیم کو اپنی اغراض نفسانی کے حصول کی خاطر توڑ مروڑ ڈالا ہے۔

ایک اخبار کی رائے اس موضوع پر اخبار کامریڈ نے اپنی زندگی کے زمانہ میں ایک پر مغز نوٹ لکھا تھا جس کا یہاں پر درج کرنا مناسب ہے۔ وھو ھذا

"انسان کے تمام قوانین میں تاویل کی گنجائش اور استثنا کا دخل ہوتا ہے۔ اسی طرح آسمانی قوانین میں بھی (فطرت انسانی کے مطابق) تاویل و استثنا کی اجازت ہوتی ہے۔ اس اجازت کا باعث خصوصاً یہ ہے کہ یہ قوانین انسانی قوانین کی طرح ترمیم و تغیر کے ماتحت نہیں ہوتے۔ ہاں ہر قانون میں یہ ضروری ہے کہ مقامات استثنا کا پوری وضاحت و صفائی کے ساتھ اظہار ہو اور قانون کا اجرا کرنیوالے خیال رکھیں کہ مبادا استثنائیات اصل قانون کی جگہ لیلیں۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ گو اسلام نے استثنائیات کو وضاحت سے بیان کیا اور اُنکا صفائی سے اظہار کیا مگر بدقسمتی سے آجکل اسلامی ممالک میں یہ مستثنیٰ امور ہی اصل قانون کی جگہ لے رہے ہیں خصوصاً یہ حالت بیاہ و طلاق کے متعلق تو عام ہو رہی ہے" کامریڈ ۳ جون ۱۹۱۱ء۔

مسلم عورت کے حقوق اسلامی قوانین نے 'عورت' کو سوسائٹی میں ایک "ذمہ دار ممبر" کی جگہ دی ہے اور خوبصورت جنس کو اُس مقام عزت پر بٹھایا ہے جو اُسکی مسیحی بہن کو مہذب مغربی دنیا میں باوجود سخت جدوجہد آج تک میسر نہیں آیا۔

ایک مسلم عورت اس بات کی حقدار ہے کہ اپنے بھائیوں کے ساتھ باپ کی جائداد سے حصہ لے "اگرچہ مقدار حصص میں تمیز روا رکھی گئی ہے مگر یہ تمیز بھائی اور بہن ہر دو کی حالت کو جداگانہ مدِنظر رکھکر عمل میں لائی گئی ہے" ملاحظہ ہو قانون اسلامی مصنفہ سید امیر علی صفحہ ۲۷

پھر عورت کی اس جائداد پر تصرف کرنیکا گھر کے کسی مرد کو کوئی حق نہیں اور تو اور خود میاں بھی اپنی بیوی کے مال کو تصرف میں نہیں لا سکتا نہ اُسے اپنی جائداد میں شامل کر سکتا ہے۔

عورت کا مہر اُسکی اپنی جائداد ہے اور مہر مقرر کرنے کے بغیر شادی نہیں ہو سکتی۔ قطع تعلق ہوجانیکی صورت میں مرد کو اختیار نہیں کہ بیوی کی شادی سے قبل یا شادی کے بعد کی جائداد کا کوئی حصہ اپنے پاس رکھ سکے عورت کو اختیار حاصل ہے کہ اپنی جائداد کو رکھے یا فروخت کرے۔ وہ اپنے میاں پر بھی اُسی طرح نالش کر سکتی ہے جس طرح کہ وہ دوسرے مقروض لوگوں کے خلاف عدالت میں

چارہ جوئی کرنے کی مجاز ہے۔

مسلمات کے حقوق قرآن کریم سے۔ مہر ادا کرنا چاہیئے

اللہ تعالیٰ کی پاک کتاب قرآن کریم پر غور کرنے سے ہم دیکھتے ہیں کہ اس کتاب نے نہ صرف مرد و عورت کو بلحاظ اعمال یکساں قرار دیا اور فرمایا ہے للرجال نصیبٌ مّمّا اکتسبوا۔ وللنساء نصیبٌ مّمّا اکتسبن۔ یعنی مردوں کا انکی کمائی میں حصّہ ہے اور عورتوں کا اپنی کمائی میں حصّہ ہے بلکہ مردوں پر کچھ ایسی پابندیاں بھی عائد کر دی ہیں جنکی رُو سے فرقہ اناث کو ایک جداگانہ حیثیت اور ممتاز درجہ مل گیا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ فاٰتوھنّ اجورھنّ فریضۃً (النساء ۲۴) یعنی اُن عورتوں کو وہ اُنکے حق جو مقرر ہو چکے ہوں۔ اور فرمایا۔ واٰتوھنّ اجورھنّ بالمعروف (النساء ۲۰) یعنی دو اُن عورتوں کو اُنکے حق دستور کے موافق۔

اب ان حوالہ جات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ شریعت اسلام نے عورت کی علیحدہ جائداد قرار دی ہے اور مرد کو حکم دیا ہے کہ بیوی کو اُس کا مہر ادا کرے اور ہمیشہ اس مہر کو اُس کی اپنی جائداد سمجھتا رہے۔ مہر غیر مؤجل کے وصول کرنیکا عورت کو ہر وقت حق حاصل ہوتا ہے اور مہر مؤجل کا اُسوقت جب تعلقات زن و شوئی ختم ہو جائیں ہاں جو عورت کھلی کھلی بے حیائی کی مرتکب ہو وہ اس مہر کی حقدار نہیں

غرض اسلام نے عورت کو سوسائٹی میں ایک خاص امتیازی درجہ بخشا ہے اور وہ حیثیت بنائی ہے جو نہ تو عورت کو کسی مذہب میں اسلام سے قبل حاصل تھی نہ اب غیر مسلم ادیان میں حاصل ہے۔

مہر کیا ہے؟

واضح رہے کہ اسلامی قانونِ شریعت کے رُو سے مہر کا یہ منشاء نہیں کہ مرد اُسے بیوی سے تعلقات کرنے کا معاوضہ تصور کرے بلکہ بالفاظ جسٹس عبدالرحیم مہر "ایک ایسی ذمہ داری و شرط ہے جو قانون نے بیوی کی عزّت و وقر کے بحال رکھنے کے لیئے مرد پر عائد کی ہے اور ہمارے اس ادعا کا ثبوت یہ ہے کہ اگر بالفرض شادی کے وقت طرفین رضا و رغبت سے کا زر مہر مقرر نہ کریں تو اس سے رشتہ شادی کی مضبوطی پر کوئی اثر نہیں ہوتا"، شرع محمدی صفحہ ۳۳۴۔

مسلم عورت کی جائداد کی حفاظت

شریعت اسلام کی رُو سے طلاق ہو جانے کی صورت میں مرد کو اختیار نہیں کہ عورت کی جائداد کا کوئی حصّہ اپنے قبضہ میں رکھے خواہ وہ جائداد نکاح سے پہلے کی ہو یا بعد کی (سورہ بقرہ آیت ۲۳۰) نیز اسلام کی تعلیم اس امر کی متقاضی ہے کہ اگر

میاں اپنی بیوی کے کاروبار کا مختار ہو تو وہ بیوی کو اُس کے مال کا حساب وکتاب سمجھائے غرض دین قویم اسلام نے ایسے قواعد وضع کیئے ہیں کہ جنپر عمل درآمد کرنے سے عورت کی جائداد کا تحفظ نہایت عمدگی سے ہو سکتا ہے۔ عورت کے حقوق پر کسی قسم کی قیود عائد نہیں کیگئیں وہ اپنے لیئے نئی جائداد پیدا کر سکتی ہے یا اپنی مقبوضہ جائداد کو فروخت کر سکتی ہے اور اسمیں اُس کا میاں یا کوئی دوسرا رشتہ دار مطلق مجاز نہیں کہ کسی قسم کا دخل دے اگر اپنی جائداد کے تحفظ کے لیئے اُسے عدالتوں کا دروازہ کھٹکھٹانا پڑے تو وہ اصالتاً مقدمہ دائر کر سکتی ہے۔

مسلم عورت کو اپنی مسیحی بہن پر فوقیت

اب ہم اسلامی قانون کا رومن یا موجودہ مسیحی قوانین کے ساتھ مقابلہ کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ گو رومن قانون نے ترمیم واصلاح کے بعد عورت کی جائداد کو مرد کے تصرف بیجا سے محفوظ کیا ہے مگر جائے تعجب ہے کہ اس قانون نے اسکے ساتھ ہی عورت کو اپنی جائداد پر حق ملکیت استعمال کرنے سے روکدیا ہے اور اُسے اجازت نہیں کہ کسی شخص کے پاس اپنی مقبوضہ جائداد کو فروخت کر سکے جسکے بالفاظ دیگر یہ معنی ہیں کہ عورت کو اُسکی اپنی ملکیت میں مالکانہ حقوق کے استعمال سے محروم رکھا گیا ہے۔

اسی طرح انگلستان کا قانون اجازت نہیں دیتا کہ عورت اپنے ذاتی حقوق کی بنا پر براہ راست اپنی جائداد کے معاملات کو عدالتوں میں پیش کر سکے اُسکے لیئے لازمی ہے کہ اُس کا باپ یا بھائی عدالت میں اُسکی قائم مقامی کرے۔

مگر بخلاف ان ہر دو کے مسلم عورت کو اپنی جائداد کے انصرام کا براہ راست حق حاصل ہے اُسے ضرورت نہیں کہ اپنی مسیحی بہن کی طرح دوسروں کی دست نگر ہو بس ان حالات کو دیکھکر کون نہیں کہہ سکتا کہ مسلم عورت کو اپنی مسیحی بہن پر فوقیت حاصل ہے۔

مسلم عورت اپنی مسیحی بہن کی طرح بے دست و پا نہیں

انگلستان کا قانون شادی بیوی کو بے دست و پا کرتا ہے

انگلستان میں قانون کے رو سے شادی شدہ مرد بیوی کی تمام جائداد اور مال پر حقوق تصرف رکھتا ہے بیوی ایک گونہ اُسکی ملکیت ہے۔ اس قانون کی نسبت نیویارک واقعہ امریکہ کی عدالت اعلیٰ کے ججوں کا قول ہے کہ ”انگلستان کا قانون

شادی زمانہ حال کی تہذیب کی محک پر کسے جانے کے قابل نہیں۔"

اسی موضوع پر پروفیسر ہالینڈ رقمطراز ہیں۔ "مختلف قوانین کا منشاء ہے کہ شادی ہو جانے پر میاں بیوی میں ایک یگانگت پیدا ہو جائے اور وہ ایک دوسرے پر نالش دائر کرنے کے مجاز نہ رہیں (مگر نتیجہ یہ ہوا) کہ (ان قوانین کی رُو سے) میاں بیوی میں ایک ایسی شراکت کی بنیاد پڑی ہے کہ جسمیں میاں کو تو اپنے شریک کی جائداد پر وسیع اختیارات ہیں لیکن بیوی کو نہ ہی اپنی جائداد کے علیحدہ کرنے کا اختیار ہے نہ وہ وصیت کر سکتی ہے اور نہ ہی وہ اپنی مرضی سے کوئی لین دین کا معاملہ کرنے کی مجاز ہے۔ انگلستان کے قانون شادی میں تو ان پر نقائص سقموں کا نہایت زبردست عنصر ہے۔" ملاحظہ ہو Elements of Jurisprudence صفحہ ۳۴۲

انگلستان کے قانون شادی کے نقائص

مسٹر Hepworth Dixon ایک قابل اہل قلم اس قانون کی نسبت لکھتے ہیں۔ "ہمارا قانون شادی بیوی کو اس طرح میاں کے رحم پر چھوڑتا ہے اور اُسے اس طرح مرد کی محکوم بناتا ہے کہ جو عورت شادی کے وقت ایک نوعمر۔ قابل اعتبار۔ خوبصورت۔ اور مالدار بیوی تھی وہ اپنے میاں کے بے رحمانہ سلوک کا شکار ہو کر ایک درجن برسوں کے بعد ایک ستم رسیدہ۔ فلاکت زدہ اور مشت استخواں وجود کی صورت میں ظالم خاوند کی رفاقت کو چھوڑنے پر مجبور ہوتی ہے۔ مگر قانون ہے کہ اِس کے رو سے اُسکی شکایات کے رفع ہونے کی کوئی صورت نہیں۔"

مسلم عورت کی حالت

اب ہماری مسیحی بہن کی اس قابل رحم حالت کے مقابل اگر مسلم عورت کی حالت پر غور کی جائے۔ تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کے قانونِ شادی میں انگلستان کے قانون کی سی بے رحمانہ شرائط نہیں۔ مسلم عورت شادی کے بعد اپنی جداگانہ حیثیت رکھتی ہے

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ولھنّ مثل الّذی علیھنّ بالمعروف۔ (ترجمہ) اور عورتوں کا بھی ایسا ہی حق ہے جیسا کہ اُنپر مردوں کا حق دستور کے موافق ہے۔

ہماری مسیحی بہن شادی ہوتے کے ساتھ ہی نہ صرف اپنی جداگانہ حیثیت کھو بیٹھتی ہے بلکہ اُس غریب کا اپنا نام بھی باقی نہیں رہتا مگر بخلاف اس کے مسلم عورت باوجود شادی شدہ بیوی

ہونے کے اپنا نام - اپنی جداگانہ حیثیت اور اپنی جائداد رکھتی ہے۔

اسمیں شک نہیں کہ موجودہ زمانہ کی مادہ پرست ہوانے بعض مسلمانوں کو بھی مسیحی اثر کے نیچے دھکیل دیا ہے اور وہ اب اپنی بیویوں کے اصل نام چھپا کر اُنہیں اپنے نام سے موسوم کرنے لگے ہیں یہ تو کیفیت ہے نو تعلیم یافتہ لوگوں کی - رہے پُرانے خیال کے لوگ وہ گو اس نئی قسم کے ناموں کو تو ناپسند کرتے ہیں لیکن اُن کا اپنا اختراع کردہ پردہ اُنپر اسقدر حکمران ہے کہ اب وہ اپنی بیوی یا بیٹی کا نام لینا بھی موجب شرم و عار خیال کرتے ہیں۔

مگر آؤ ہم دیکھیں کہ آیا اسلام نے بھی یہی کچھ سکھایا ہے؟

جب ہم اسلامی تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شارع اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں یعنی امہات المومنین کا نام متواتر احادیث میں آتا ہے اور ام المومنین عائشہ رض کا نام تو احادیث کی کتب کے قریباً قریباً ہر صفحہ پر آتا ہے - اور حضرت سرور عالم صلعم کی پیاری بیٹی خاتون جنت فاطمۃ الزہرا کا نام بھی ہمیشہ ہر مسلمان مرد و عورت لیتا ہے۔

پس یاد رکھنا چاہیئے کہ اسلام عورت کی جداگانہ حیثیت میں کوئی فرق نہیں لاتا - اور نہ ہی مسلمانوں کی بگڑی ہوئی حالت اصل اسلام کہلا سکتی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ مسلم عورت کو اسلامی قانون اپنی مسیحی بہن کی طرح مرد کے ہاتھ میں بے دست و پا نہیں بناتا۔

مسیحی قومیں اسلام کے قریب آرہی ہیں

مسیحی عورتیں جدوجہد کر رہی ہیں

انگلستان کے جس قانون کا ہم نے مضمون زیر قلم کے حصہ مذکورۃ الصدر میں ذکر کیا ہے۔ اُسمیں ایکٹ مجریہ ۱۸۷۰ء و ۱۸۸۲ء الموسوم بہ شادی شدہ عورتوں کی جائداد، کے رو سے بہت کچھ اصلاح ہوگئی ہے اور ابھی تک حقوق طلب عورتیں برابر جدوجہد میں مصروف ہیں اور چاہتی ہیں کہ اُنکو وہ حقوق ملجائیں جو قرآن کریم نے مسلمان عورتوں کو دے رکھے ہیں۔

اسلام کے رُو سے شادی ایک معاہدہ ہے

اسلامی تعلیم کے رُو سے شادی ایک معاہدہ ہے...... .... یہ معاہدہ فریقین کی رضامندی سے عمل میں آتا ہے اور رضامندی سے

اسے توڑا بھی جا سکتا ہے۔ اس میں کلام نہیں کہ نکاح کے اعلان کی ضرورت تو ہے مگر رشتۂ نکاح کی مضبوطی کے لیئے عام اشتہار یا کسی خاص مذہبی رسم کی ضرورت نہیں صرف دو گواہوں کی موجودگی درکار ہے۔ شیعوں کے نزدیک فریقین کی رضامندی ہی کافی ہے گواہوں کی ضرورت نہیں مگر امام ابو حنیفہؒ و امام مالکؒ کے نزدیک گواہوں کا ہونا ضروری ہے اور وہ اس لیئے تاکہ معاہدہ شادی کا اعلان ہو جائے۔

مسیحی مذہب کے نزدیک شادی ایک ناقابل جدائی تعلق ہے

مسیحی مذہب اسلام کی طرح شادی کو ایک معاہدہ قرار نہیں دیتا بلکہ اسے ایک ایسا ناقابل جدائی تعلق خیال کرتا ہے جس کا قطع کرنا بڑا جرم اور خلاف شرع فعل ہے۔ اور مسیحی مذہب کا یہ عقیدہ انجیل کی مفصلہ ذیل درس پر مبنی ہے جہاں لکھا ہے "پس وہ (میاں بیوی) دو نہیں بلکہ ایک جسم ہے اسلیئے جسے خدا نے جوڑا ہے اُسے آدمی جدا نہ کرے"۔ متی ۱۹-۶

مگر لمبے تجربہ نے مسیحی دنیا پر یہ امر ثابت کر دیا ہے کہ اس قاعدہ پر بعض صورتوں میں عمل کرنا محال ہو جاتا ہے اور بعض ایسی مجبوریاں پیش آجاتی ہیں کہ میاں بیوی کے درمیان جدائی ضروری ہو جاتی ہے

مسیحی ممالک میں اصلاحیں

اسلیئے یورپ اور امریکہ میں اب اس عقیدہ کو ناقابل عمل سمجھکر چھوڑا جا رہا ہے اور تمام سمجھدار لوگ شادی کو ایک معاہدہ خیال کرنے لگے ہیں اور یقین کرتے ہیں کہ عند الضرورت فسخ بھی ہو سکتا ہے۔ اس خیال کو عملی لباس پہنانے کے لیئے ان لوگوں نے طلاق کے قانون بھی پاس کرا لیئے ہیں۔ اور اکثر مسیحی ممالک میں عدالتیں طلاق کے مقدمات سُنتی اور طلاق و خلع منظور کرتی رہتی ہیں۔ رومن کیتھلک ملکوں میں لازمی سِوِل شادی کی بجائے ایک مذہبی رسم جاری کی گئی ہے جو پادری کے سامنے عمل میں آتی ہے اور اس مقصد کے لیئے مخصوص پادری مقرر کیئے گئے ہیں۔ غرض تمام مسیحی ممالک میں شادی و طلاق کے قوانین میں ترمیم و اصلاح کی گئی ہے اور لطف یہ ہے کہ تمام اصلاح شدہ قانون وہی شکل اختیار کرتے جا رہے ہیں جو قرآن کریم کے جاری کردہ قانون کی قریباً تیرہ سو برس سے چلی آتی ہے۔

مسیحی ممالک میں طلاق کا رواج

جرمن اور ریاستہائے متحدہ امریکہ میں تو طلاق کا رواج ایک مدت سے چلا آرہا ہے مگر انگلستان میں ۱۸۵۷ء سے اس کا رواج و اجراء ہوا ہے شادی کے معاملات میں جو اختیارات سن مذکور تک دارالامرا اور عدالت مذہبی کو حاصل تھے۔ وہ اس سال ایک نئی عدالت کے سپرد کیئے گئے اور اس جدید عدالت کا نام "عدالت طلاق و معاملات متعلق شادی" رکھا گیا۔ اور طلاق کے متعلق جسقدر مقدمات ہوں ان سب کا فیصلہ اس نئی عدالت کے سپرد ہوا۔ جمہوریہ فرانس نے آخر انگلستان کی تقلید کی اور ۱۸۸۴ء میں وہاں بھی انگلستان کی مانند عدالت کا قیام وجود میں آگیا۔ اور وہی کچھ کیا گیا جس کا شارع اسلام نے کئی صدیاں پہلے اعلان کیا تھا۔

المانیا کا قانون شادی

اب ہم یہاں چند مسیحی ممالک کے قوانین شادی کا تذکرہ کرتے ہیں اور دکھاتے ہیں کہ مسیحی دنیا کس سرعت سے اسلام کی طرف آرہی ہے۔ ملک جرمن میں ۱۹۰۰ء ایک اہم تبدیلی کا سال تھا اس سال ایک جدید ضابطہ قوانین متعلق شادی شائع ہوا اور اسکے رو سے صرف سول شادیوں کو ہی جائز شادیاں قرار دیا گیا۔ اس قانون کے رو سے "فریقین کے لیئے لازم ہوا کہ وہ رجسٹرار کے سامنے جا کر شادی کے ارادہ کا اظہار کریں اور دو بالغ گواہ بھی حاضر ہوں۔ پھر رجسٹرار فریقین سے سوال کرے کہ وہ مرد یا وہ عورت دوسری عورت یا دوسرے مرد سے شادی کر لینے کے لیئے رضامند ہے؟ جب فریقین کی طرف سے اثبات میں جواب ملے - تو پھر رجسٹرار انکو شادی شدہ قرار دے اور ان کا نام رجسٹر شادی میں درج کرے اور شادی سے قبل یہ بھی لازمی ہوا کہ آنے والی شادی کا عام اعلان کر دیا جائے"۔ انسائکلوپیڈیا برٹینیکا مضمون متعلق شادی۔

امریکہ کا قانون شادی و طلاق

امریکہ میں بھی چند سال سے شادی و طلاق کے قوانین میں خاص طور پر تغیرات عمل میں لائے گئے ہیں بیوی کی جائداد کے مسئلہ کو بہت کچھ اسلامی قانون کے مطابق کر دیا گیا ہے اور دوسری اصلاحیں بھی ایسی ہیں جو اس قانون کو شریعت اسلام کے قوانین سے بہت قریب لا رہی ہیں چنانچہ "میاں بیوی کے درمیان حقوق جائداد کی مساوات کو مضبوطی کے ساتھ قائم کیا گیا ہے اور بعض ریاستوں میں تو بیوی کو جائداد و طلاق کے معاملہ میں میاں کی

نسبت زیادہ رعایات حاصل ہیں۔ اور یہ حال ہے کہ اکثر مرد کو عورت کا قرض بھی ادا کرنا پڑتا ہے حالانکہ عورت ویسے ہی حالات میں مرد کا قرض ادا کرنے کی ذمہ دار نہیں قرار دیجاتی۔ پھر جیسے اسباب کی بنا پر مرد عورت کو طلاق دے سکتا ہے ویسے ہی وجوہات کے ماتحت عورت خلع کرا سکتی ہے بلکہ اگر خاوند کی غفلت ثابت ہو تو پھر مطلقہ عورت کو نان و نفقہ بھی دینا پڑتا ہے۔ میاں بیوی کے ذاتی و اخلاقی تعلقات پر زور دیئے جانے کا ایک نتیجہ یہ ہوا ہے کہ شادی کو اب پہلے کی طرح ایک مذہبی رسم اور ناقابل فسخ رشتہ نہیں سمجھا جاتا بلکہ دن بدن اب یہ خیال دلوں میں جاگزین ہو رہا ہے کہ شادی ہر دو فریق کا باہم ایک معاہدہ ہے اور اس معاہدہ میں صرف طرفین کی رضامندی ہی ایک بڑا عنصر ہے امریکہ کے قانون کے رو سے یہ ضروری نہیں کہ شادی کا تعلق قائم کرنے کے لیئے کوئی رسم بھی عمل میں لائی جاوے" انسائکلوپیڈیا برٹینیکا مضمون شادی۔

نتیجہ اب اگر تمام مولہ بالا حوالجات پر ایک نظر ڈالی جائے تو لاریب یہ معلوم ہوگا کہ گو بعض جگہ نئے وضع شدہ امریکن یا یورپین قوانین شریعت اسلام کے مطابق نہیں تاہم یہ بھی صحیح ہے کہ مغربی دنیا کا رخ اسلام کی طرف ہو رہا ہے اور مسیحی لوگ دین قویم کے قریب آرہی ہیں۔

ہندوؤں میں شادی اور اس کا قانون

اب تک ہم نے مسیحی صاحبان کے قانون شادی کا ذکر کیا اور دکھایا ہے کہ اسلام کا قانون کس طرح مکمل اور عورت ذات کی عزت کا بحال کرنے والا ہے اور نیز ہم نے ثابت کیا ہے کہ مسیحی دنیا اب کم از کم شادی و طلاق کے معاملات میں تو اسلام کے قریب آرہی ہے۔ اسکے بعد اب ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ ہندوؤں میں شادی کا دستور کس طرح ہے اور ہماری ہندو بہن کو ہندو قانون شادی نے کونسی جگہ دی ہے۔

ہندو شادی کا نام کنیا دان ہے۔ واضح رہے کہ ہندوؤں میں شادی ایک مقدس عہد ہے جو کہ محض مذہبی اغراض کے ماتحت عمل میں آتا ہے اس عہد کا اثر ورلی اور اگلی زندگی ہر دو میں ہوتا ہے اور اس کا توڑنا جرم اور پاپ ہے۔

ہندوؤں کے نزدیک شادی باہمی معاہدہ نہیں اور نہ ہی فریقین کے ایجاب و قبول کی ضرورت۔ بلکہ انکے ہاں حقیقتہً دان اور اسکی قبولیت کا نام ہے۔ یعنی لڑکی کا ولی دولہا

کو اپنی پتری کا دان (خیرات) دیتا ہے اور دولہا اُسے قبول کرلیتا ہے دلہن کا اسمیں کوئی دخل نہیں۔ وہ تو محض ایک ایسی چیز کی طرح ہے جسے ایک شخص دوسرے کو بطور خیرات کے دیدے اور اس خیرات کا نام ہندو اصطلاح میں **کنّیا دان** ہے یعنی کنّیا بمعنی لڑکی اور دان بمعنی خیرات پس ہندو مذہب کے نزدیک شادی کا دوسرا نام کنّیا دان ہے۔

ہماری ہندو بہن کو ہندو قانون شادی نے بے دست و پا کر رکھا ہے

ہندو قانون شادی کے مطابق دلہن کی رضامندی شادی کے معاملہ میں ضروری نہیں اُسکے والدین یا ولی کو اختیار ہے کہ جہاں چاہیں اُس کی شادی کر دیں اور جسے چاہیں دیدیں ملاحظہ ہو ہندو قانون مصنفہ گوکل چند سرکار صفحہ ۸۸

اگر دلہن یتیم ہے تو اُس کا بھائی یا ماموں اُس کا دان دے سکتا ہے۔ اور اگر وہ بھی نہ ہوں تو لڑکی کا دان اسکی ذات برادری کے لوگ کر سکتے ہیں۔ (نارد ۱۲-۲۰ و ۲۱)

بچاری ہندو عورت کے لیئے کسی حالت میں بھی آزادی نہیں کیونکہ کماری ہونے کی حالت میں اُسے باپ کے ماتحت۔ اور شادی کی حالت میں اپنے پتی کی فرمانبردار و محکوم اور بڑھاپے میں بیٹے کی دست نگر رہنا ضروری ہے۔ منو ۹-۳ یا جنولکیا ۱-۸۵

غرض ہندو قانون کے ماتحت عورت کو قطعاً اختیار نہیں کہ وہ اُس معاملہ میں جس کا اُس کی تمام زندگی پر اثر ہے کوئی رائے دے سکے اُس کا مستقبل اُسکے ولی کے ہاتھ میں ہے خواہ وہ سیاہ کرے خواہ سفید۔ بدقسمت لڑکی کا فرض ہے کہ اُسکے ساختہ پرداختہ کو مان لے۔ گویا یوں سمجھنا چاہیئے کہ ہندو عورت کی حالت اس معاملہ میں اپنی انگریز بہن سے بالکل متضاد ہے۔ انگریز عورت کے لیئے ولی کی رضامندی کی ضرورت نہیں باہمی رضامندی کے بعد صرف یہ دیکھنا پڑتا ہے کہ آیا مجوزہ رشتہ سول یا مذہبی ممنوعات کی ذیل میں تو نہیں آتا مگر ہندو عورت غریب تو شادی سے پہلے بھی محکوم ہے۔ اور شادی میں بھی اُس کا کوئی دخل نہیں اور بعد میں بھی میلی کی جاتی ہے۔

اسلام کی پاک تعلیم

ہندو عورت کا اپنی شادی میں کوئی دخل نہ رکھنا اور تمام و کمال ولی کی مرضی کے ماتحت ہونا اور اسکے مقابل انگریز عورت کا ولی کے معاملہ میں کلیتہً خود مختار ہونا

قابل افسوس امر ہے اور ہر دو قوانین کی کمزوری اور پُر نقائص حالت کا نقشہ کھینچتا ہے۔

اب اسکے مقابل پاکیزہ اور کامل مذہب اسلام ہے کہ عورت کو جداگانہ حیثیت دیتا ہے اور جبتک وہ رضامند نہ ہو معاہدہ شادی مضبوط و مکمل نہیں ہو سکتا اور ساتھ ہی اس امر کی بھی سفارش کیجاتی ہے اور ضروری سمجھا جاتا ہے کہ ولی بھی ہو کیونکہ ناتجربہ کار دنیا سے ناواقف اور کمزور عورت کے لیئے ایک تجربہ کار دردمند مشیر اور حقیقی خیر خواہ کے مشورہ کی ضرورت ہے لیکن یہ کہ عورت کو بالکل بے دست و پا کرنا اور اُسے بھیڑ بکری کی طرح ولی یا مرد کی جائداد قرار دیدینا اسلام کی پاک تعلیم کے منافی ہے اور دین فطرت اس ظلم کو روا نہیں رکھتا۔ اب ہم انشاءاللہ دکھائیں گے کہ مسلم عورت کو اُسکی ہندو بہن کی طرح ولی کے تابع مرضی نہیں کیا بلکہ شادی کے لیئے اُسکی رضامندی بھی ضروری قرار دی گئی ہے۔ اور یہی پاک و کامل معلم کا خاصہ ہونا چاہیئے تھا۔

باقی آئندہ انشاءاللہ

فوری توجہ کے قابل

سب حمد و ثناء اُس پاک ذات کے لیئے ہے جسکے وعدے ہمیشہ سچے ہیں۔ اور جسکے کلمات کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ اور صلوٰۃ اور سلام اُسکے حبیب حضرت محمد مصطفےٰ صلعم پر ہے۔ جو سب انبیاء کا سردار ہے۔ جو خدائی وعدے کے مطابق پھر آخرین کے درمیان اپنے جمالی بروز میں ظاہر ہوا۔ کیا ہی مبارک تھے وہ پاک نفوس جو حضرت محمد صلعم کے اصحاب کہلائے رضی اللہ عنہم اجمعین۔ پھر کیا ہی خوش قسمت ہیں وہ جنہوں نے احمد کے انصار ہونیکا فخر حاصل کیا۔ اللہ تعالیٰ انکا نام ہو۔ حضرت مسیح موعودؑ وصیت میں فرماتے ہیں "مجھے اس بات کا خوف نہیں کہ روپیہ کہاں سے آئیگا۔ لیکن خوف ہے۔ تو یہ ہے۔ کہ روپے کے سبب سے لوگ ہلاک نہ ہو جائیں"۔ سو یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے۔ کہ حضرت فضل عمر کی راہنمائی کے طفیل ہم ان لوگوں میں شامل نہ ہوئے جو مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وصیت کے خلاف خوف زدہ ہوئے۔ کہ ہم مسیح کا نام لیں گے۔ تو روپیہ کہاں سے ملیگا۔ بلکہ ہم نے اپنے روزانہ بڑھتے ہوئے دینی اخراجات کے پورا کرنیکے واسطے کسی غیر کی طرف نگاہ نہ اُٹھائی۔ اور صرف احمدی کی پاک کمائی اور بے ریا مخلصانہ عطیات سے سب کام چلائے۔ فالحمد للہ ثم الحمد للہ۔

اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے۔ کہ اس نے ہم کو ایسے مخلص دل عطا کیئے۔ یہ اُسکی رحمت ہے۔ اور اُس کا فضل ہے۔

اسمیں شک نہیں کہ چندوں کے دینے میں ہماری جماعت عموماً اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت بڑھکر حصہ لینے والی ہے۔ تاہم بعض

اشخاص یا بعض جماعتیں ایسی ہیں۔ جنکو زیادہ تر مستعد ہونیکی ضرورت ہے۔ اور اگر سب جماعتیں باقاعدہ پوری باقاعدگی کے ساتھ اپنے چندے ماہ بماہ روانہ کرتی رہیں۔ تو تمام کام اپنے وقت پر برابر چلتے رہیں۔ لیکن بعض جگہوں یا شخصوں کے تساہل کے سبب بعض مدات مقروض ہوجاتی ہیں۔ اور یہی حال اِسوقت مدات صدر انجمن کا اور انجمن ترقی اسلام کا ہو رہا ہے۔ اور یہ قرضہ اتر نہیں سکتا۔ جبتک کوئی وفد باہر نکلکر خاص کوشش کے ساتھ ایک کثیر رقم جمع کر کے نہ لائے مگر اول تو وفد میں جانیوالے وہی بزرگ ہوسکتے ہیں۔ جو ایسے ضروری دینی خدمات میں مصروف ہیں۔ دوم وفد کا جانا خود ایک خرچ چاہتا ہے لہذا ہمارے مکرم دوست اِس چٹھی کو ہی وفد خیال کریں۔ اور اپنی اپنی جگہ خاص چندے علاوہ ماہواری چندوں کے جمع کر کے جسقدر جلد ممکن ہو۔ اور جتنا ہوسکے روپیہ ارسال فرما دیں۔ تاکہ فنڈ قرضہ سے سبکدوش ہو۔ اللہ تعالےٰ آپ لوگوں کو اس کا اجر عظیم دیگا۔ انشاءاللہ۔ اِس درخواست کا مخاطب ہر ایک احمدی بھائی ہے۔ جو پڑھے دوسروں کو بھی سنائے۔ اور جو سنے دوسروں کو بھی سنائے۔ اور ایک مجموعی کوشش کے ساتھ سب ملکر ایک کثیر رقم بھجوائیں۔ نہ صرف ہندوستان کے بلکہ افریقہ اور دیگر مقامات کے احمدی برادران بھی اپنے آپکو اس کا مخاطب جانیں۔ والسلام

(نواب) محمد علیخان۔ (مولوی) شیر علی۔ (خلیفہ) رشید الدین۔

نوٹ۔ جو رقم ارسال کیجائے۔ اُسکے ساتھ یہ اطلاع ہو۔ کہ صدر انجمن کے واسطے کسقدر ہے۔ اور انجمن ترقی اسلام کے واسطے کسقدر۔

قرآن شریف کے انگریزی ترجمہ کے متعلق آرائے

ہم ذیل میں بعض ان آرائے کا ترجمہ درج کرتے ہیں۔ جو ہمیں بلا طلب کرنے کے خود بخود ہی غیر احمدیوں کی طرف سے موصول ہوئی ہیں۔ ان میں سے پہلی رائے سید عبداللطیف صاحب ڈپٹی مجسٹریٹ سب ڈویژنل آفیسر پیرو جپور باقرگنج کی ہے۔ جو ایک ذی علم آدمی ہیں اور جن کی رائے بڑی وقعت رکھتی ہے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں۔

"مجھے قرآن شریف کے انگریزی ترجمہ کے پہلے پارہ کا ایک نسخہ ملا۔ جو قادیان سے شائع ہوا ہے۔ چھپائی نہایت ہی خوبصورت ہے۔ تفسیری نوٹ نہایت ہی اعلیٰ درجہ (Excellent) کے ہیں۔ اور ایسے لوگوں کے لیئے جو قرآن شریف کے علم سے واقفیت نہیں رکھتے ہیں مکمل ہیں ہمیں شک نہیں کہ قادیان کی انجمن نے ایک نہایت ہی قابل تعریف کام شروع کیا ہے۔ مجھے یقین ہے۔ کہ قرآن شریف کے ذریعہ احمدیہ جماعت اور دوسرے لوگوں کے درمیان نیک تعلقات قائم ہو جاویں گے۔ مہربانی کر کے مجھے اس کے مستقل خریداروں میں شامل فرما دیں"

دوسری رائے ایم۔ ایم۔ سالدین کولمبو کی ہے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں۔

"میں سچے دل سے اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ وہ جماعت جس نے اس قرآن شریف کو شائع کیا اور وہ مطبع جس میں یہ چھپا ہے۔ دونوں بڑے شکریہ کے لائق ہیں حروف بہت ہی صاف ہیں۔ اور کاغذ نہایت ہی اعلیٰ درجہ کا ہے اور عام شکل بھی نہایت ہی اعلےٰ درجہ (Most Excellent) کی ہے۔ الغرض یہ ایک نہایت ہی قابل تعریف تصنیف ہے۔ اور قرآن شریف کے علوم کی فی الواقع ایک کان ہے"

گوشوارہ آمد و خرچ صیغہ جات صدر انجمن احمدیہ ۔ بابت ماہ نومبر ۱۹۱۵ء ۔ دفتر محاسب صدر انجمن احمدیہ قادیان

تعلیم (آمد / خرچ) — امانت اندرونی — مستقل خزانہ

چندہ	فیس مدرسہ	عطیہ فنڈ	متفرق	[illegible]	[illegible]	میزان	بقایا سابقہ	میزان کل	[illegible]	سائر مدرسہ	بورڈنگ	سائر سکول	وظائف	انتظامی اخراجات	[illegible]	اخراجات تعمیر	متفرق	اراضی	میزان	باقی	امانت اندرونی	مستقل خزانہ
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

مدرسہ احمدیہ (آمد / خرچ) — **تعمیر**

چندہ	وظائف	[illegible]	[illegible]	متفرق	میزان آمد	[illegible]	فاضل	عملہ مدرسہ	[illegible]	[illegible]	وظائف	متفرق	[illegible]	فاضل	چندہ	سرخرد	متفرق	[illegible]	میزان	[illegible]	ناظر	عملہ	فاضل
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

بیت المال (آمد / خرچ) — **مقبرہ**

لنگر	[illegible]	میزان	فاضل	فاضل	[illegible]	[illegible]	وظائف	[illegible]	[illegible]	[illegible]	میزان خرچ	فاضل	صدقہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	محصلات	میزان آمد	بقایا سابقہ	میزان کل	[illegible]	[illegible]	[illegible]	باقی
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

اشاعت اسلام (آمد / خرچ) — **زکوٰۃ**

[illegible]	انگریزی	اردو	[illegible]	متفرق	[illegible]	میزان	بقایا	میزان	عملہ	انگریزی	اردو	[illegible]	لائبریری	[illegible]	متفرق	میزان	باقی	بقایا سابقہ	وظائف	متفرق	انتظامی اخراجات	میزان خرچ	باقی
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

بقایا صیغہ جات یکم دسمبر ۱۹۱۲ء کو

تعلیم	۹۰۱۵	۲	۹
اشاعت	۲۴۴۷	۹	۲
مساکین	۱۵۳۹	۰	۸
زکوٰۃ	۱۶۱۸	۶	۵
مقبرہ	۸۶۶۹	۱۳	۴
بورڈران ہائی	۱۳۹۸	۶	۶
امانت اندرونی	۶۹۰۷	۱۴	۹
امانت بیرونی	۶۹	۱۲	۹
مستقل فنڈ	۳۹۱۴	۲	۶
میزان	۳۵۴۵۰	۱۰	۳
حساب فاضل	۳۱۲۸۸	۵	۱
[illegible]	۲۱۶۳	۵	۲
منہائی پیشگی	۴۱۵۶	۵	۹
باقی نزد امین	۵	۱۵	۵

فاضل صیغہ جات یکم دسمبر ۱۹۱۲ء

مدرسہ احمدیہ	۵۴۶۵	۱۴	۳
بیت المال	۱۷۵۵۶	۴	۲
تعمیر	۲۲۴۰	۳	۸
متفرقات	۴۱۰۹	۴	۱۰
بورڈران احمدیہ	۱۵۳	۱۵	۰
یتامیٰ	۱۷۶۲	۱۱	۲
میزان فاضل	۳۱۲۸۸	۵	۱

تفصیل پیشگی صیغہ جات

مدرسہ احمدیہ	۶۰۰	۰	۰
تعلیم	۱۶۲۰	۱۴	۰
بیت المال	۵۵۸	۹	۹
مقبرہ	۵۶۵	۱۴	۰
متفرقات	۴۶۱	۰	۰
اشاعت	۳۵۰	۰	۰
میزان پیشگی	۴۱۵۶	۵	۹

محمد اشرف
ناظر

خلیفہ رشید الدین
محاسب

فہرست کتب

سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب	۲/	مکتوبات محمدیہ	۴/
خزینۃ المعارف حصہ اول و دوم	۴/	لیکچر لاہور	۱۰/
” سوم و چہارم	۸/	قصائد احمدیہ	۶/
		نزول المسیح	۴/
سیرۃ الابدال	۱۰/	نسیم دعوت	۳/
متن اربعین	۲/	ہدیہ ثاقب	۲/
مسک العارف	۱۰/		
مکتوبات احمدیہ	۴/		

ریویو انگریزی و ریویو اردو کے گذشتہ فائل مل سکتے ہیں قیمت کا تصفیہ بذریعہ خط و کتابت ہو سکتا ہے۔

مینجر ریویو آف ریلیجنز۔ قادیان

شرح اشتہارات رسالہ ریویو آف ریلیجنز

میعاد	پورا صفحہ		نصف صفحہ		چوتھائی صفحہ		ایک سطر	
	انگریزی	اردو	انگریزی	اردو	انگریزی	اردو	انگریزی	اردو
سالانہ	للعہ	للعہ	دعہ	دعہ	دعہ	دعہ	سے/	سے/
ششماہی	دعہ	دعہ	دعہ	دعہ	عہ	عہ	۱۲/	۱۲/
سہ ماہی	دعہ	دعہ	عہ	عہ	ہعہ/	ہعہ/	عہ/	عہ/
ایک دفعہ	ہے ۸/	ہے ۸/	للعہ/	للعہ/	سے/	سے/	۸/	۸/

تمام درخواستیں دفتر میگزین قادیان ضلع گورداسپور آنی چاہئیں۔

Reg. NO. L. 303

نوٹ:- ڈاکٹر ایس کے برمن کی کافوری جنتری ۱۹۱۶ء کی خوبصورت تیار ہوئی ہے۔ ویش شریف پڑھے لکھے اشخاص کے نام اور پورا پتہ لکھنے پر جنتری ہذا بلا قیمت و محصول بھیجی جاتی ہے

دمہ کی دوا

یہ سخت سردی کے موسم میں تندرست انسان کا جان بلب ہو رہا ہے سردی ہٹانیکے لیئے کیسے بندوبست کیئے جاتے ہیں لیکن افسوس بدقسمتی سے دمہ کیسے مریض خاصکر ناقابل برداشت تکلیف دمہ سے بہت ہی پریشان ہوتے ہیں اور رات و دن سانس پھولنی کیوجہ سے دم نکلے جاتے ہیں۔ اور نیند تک حرام ہو جاتی ہے دیکھئے آج انکو کسقدر تکلیف ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ اس لاعلاج مرض کی بازاری دوا زیادہ تر نشیلی اشیاء اور دھتورہ بھنگ بلاڈونا پوٹاس ای اوڈائڈ وغیرہ بنتی ہے اسلیئے فائدہ ہو تو در کنار مریض بیموت مارا جاتا ہے۔ ڈاکٹر برمن کی کیمیائی اصول سے بنی ہوئی دمہ کی دوا۔ ایک انمول جوہر ہے یہ صرف ہماری ہی بات نہیں ہے بلکہ ہزاروں مریض اس مرض سے شفا پاکر مداح ہیں۔ آپنے بہت خرچ کیا ہوگا۔ لیکن ایک مرتبہ اسے بھی آزمالیں۔ اسمیں نقصان نہیں قیمت عہ فی شیشی محصولڈاک ۵ اس دوا کے دو خاص فوائد ہیں۔ (۱) ایک خوراک میں دمہ دبتا ہے۔ (۲) اور کچھ روز کے استعمال سے جڑھ سے جاتا ہے اور جبتک استعمال میں رہے دورہ نہیں ہوتا ہے۔

پلیگ کی دوا

سوائے اور سب بیماریوں کے اس سے ڈرنیکا سبب یہ ہے کہ آجتک لکھوں انسان اس موذی عارضہ کے پنجہ مظلم سے ہلاک ہو چکے ہیں۔ گاؤں کے گاؤں اُجاڑ ہو گئے۔ شہر کے شہر تباہ ہو گئے۔ اسوجہ سے اسکے نام ہی سے دہشت ہوتی ہے پلیگ میں مبتلا ہونیکے بعد پھر کوئی علاج نہیں ہے۔ لیکن بنظر حفظ ماتقدم ڈاکٹر ایس کے برمن کی پلیگ روکنے والی گولیاں منگوا کر ضرور رکھیں۔ ان گولیوں کے استعمال سے جسم کے خون میں کچھ ایسا اثر ہوتا ہے۔ جس سے پلیگ کے کیڑے نہ ٹھہر سکتے اور نہ انکا زہر اثر کر سکتا وقت پر ان گولیوں کے استعمال سے ہزاروں انسان پلیگ سے محفوظ رہتے ہیں۔ آپ بھی غافل نہیں رہیں۔ ایک گولی روزانہ ٹھنڈے پانی کے ساتھ نگل جانا چاہیئے۔ بچوں کو نصف یا چوتھائی۔ قیمت ۳۶ گولیوں کی ڈبیہ ۸/ ۶۰ گولیوں کی ڈبیہ ۱۲/ محصولڈاک ایک سے ۶ ڈبیہ تک پانچ آنہ ۵/

روگ کا گھر کھانسی

جناب مہاراجہ صاحب والیئے ریاست -بولانگر ضلع سمبل پورسے تحریر فرماتے ہیں۔
آپکی روانہ کردہ کھانسی کی دوا کے لیئے میں نہایت مشکور ہوں اس دوا سے میری کھانسی بالکل دفع ہو گئی مجھے سات خوراک سے زائد پینے کی نوبت ہی نہیں آئی کھانسی مجھے بہت دنوں سے تکلیف دے رہی تھی اسوجہ سے دوبارہ شکریہ ادا کرتا ہوں بلغم کے دفع کرنے اور کھانسی کے دُور کرنیکے لیئے یہ ایک ہی دوا ثابت ہوئی۔ قیمت شیشی کلاں عہ/ شیشی خوردہ ۸/ محصولڈاک شیشی کلاں ۶/ شیشی خورد ۵/

ادویات ہر ایک جگہ دوکانداروں سے اور ہمارے ایجنٹوں سے ملیں گی ورنہ کارخانہ سے طلب فرمائیے۔

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

باہتمام شیخ عبدالرحمن صاحب قادیانی پرنٹر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں صدر انجمن احمدیہ کیلیئے چھپکر شائع ہوا۔

Abdul Rahim ...

آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے ✽ لو تمہیں طورِ تسلّی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنی دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۱۵ — چندہ سالانہ

بابت جنوری سنہ ۱۹۱۶ء

مطابق ربیع الاول سنہ ۱۳۳۴ھ

نمبر ۱ — [illegible]

فہرست مضامین

فہرست کتب

مندرجہ ذیل کتابیں دفتر میگزین سے نقد قیمت آنے پر یا بذریعہ وی پی طلب کرنے پر مل سکتی ہیں

براہین احمدیہ ہر چہار حصہ	ع/
” حصہ اول	۵/
” ” دوم	۴/
” ” سوم	۱۰/
اسلامی اصول کی فلاسفی	۵/
ٹیچنگز آف اسلام مجلد انگریزی	۴ عہ
قاعدہ یسرنا القرآن حصہ اول	۰/
” ” اول و دویم	۲/
” ” سویم	۱/
قرآن شریف عمدہ خوشخط	۴ عہ
پارہ اول بطرز یسرنا القرآن	۱/
” دویم ”	۱/
” سویم ”	۱/
” چہارم ”	۱/
” پنجم ”	۱/
پارہ ہشتم مترجم	۳/
پارہ اول مترجم حضرت خلیفۃ المسیح اول رض	۳/
سرمہ چشم آریہ	۱۲/
جنگ مقدس	۸/
خطبہ الہامیہ	عہ/
مواہب الرحمٰن	۴/
مبادی الصرف مصنفہ حضرت خلیفۂ اول رض	۱۰/
لغات القرآن حصہ اول	عہ/
” ” دویم	۸ عہ
ضرورت امام	۱۰/
مجموعہ فتاویٰ احمدیہ ہر سہ جلد قیمت	عہ/
رسالہ فضل حق	۱/
ستارہ قیصرہ	۱/

دافع البلاء	۱/
دینیات کا پہلا رسالہ مصنفہ حضرت خلیفۂ اول رض	۱/
خلافت راشدہ حصہ دوئم	۱/
برکات الدعاء	۲/
رسالہ ڈوئی انگریزی میں	۱/
اربعین	۲/
رسالہ اسلام انگریزی	۰۱/
الحق لدھیانہ	۶/
الحق دہلی	۸/
اوامر و نواہی	۹/
اظہار حق تواریخ حضرت باوا نانک رح	۵/
احمدی کا من	۱/
الہدیٰ	۶/
اعجاز احمدی	۳/
تائید المسیح ع	۰۱/
پنج ارکان اسلام	۱/
پارہ پنجم بخاری شریف	۸/
تذکرۃ الشہادتین اردو	۵/
” فارسی	۳/
تفسیر القرآن مصنفہ مولوی سید سرور شاہ صاحب آٹھ پارہ تک	۸/
تفسیر پارہ اول مرتبہ شیخ یعقوب علی صاحب از درس حضرت خلیفہ اول رض	۴ عہ
تفسیر پارہ دویم مرتبہ شیخ یعقوب علی صاحب از درس حضرت خلیفۂ اول رض	۴ عہ
تفسیر پارہ ۲۳ ۲۴	عہ/
” ” ۲۵	عہ/
” ” ۲۶	عہ/
حمامۃ البشریٰ	۸/
حقیقت نماز	۷/
حیرت کی حیرانی حصہ اول	۵/
” ” دویم	۴/

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت مسیح ناصری کشمیر میں

بوٹن شاہِ جہاں شہاب الدین کے عہد میں اور سر طامس رو جہانگیر نور الدین کے زمانہ میں ہند میں آیا۔ ڈاکٹر برنیر صاحب فرانسیسی سیاح محی الدین اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں ہند میں داخل ہوئے اور کامل دس برس اس ملک کی سیروں میں گذرانے۔ چونکہ بابر ظہیر الدین جو مغلیہ خاندان میں سے اول فاتح ہند کہلوایا۔ اور جس نے مستقل طور سے ہند میں مغلیہ سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ سرد ملک کا باشندہ تھا۔ اس لیئے ضروری تھا۔ کہ موسم گرما وہ اپنے کسی سرد مقبوضہ مقام میں بسر کیا کرتا۔ لیکن چونکہ وہ ایک جفاکش اور بہادر بادشاہ تھا۔ اس لیئے اس نے ایسے سرد مقامات کو ہمیشہ کے واسطے یا اپنی عمر کے زیادہ حصہ کے واسطے عشرتگاہ نہیں بنایا تھا۔ جس طرح کہ اس بادشاہ کی آئندہ آنیوالی نسلوں نے ایسے مقامات کو بالعموم اپنی آرامگاہ قرار دیدیا۔

جس طرح اوائل عمر ہی سے بابر اپنی مسند پر آرام سے نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ اسی طرح ہمایوں نصیر الدین اسکے جانشین کو بھی آرام سے تخت پر بیٹھنا نصیب نہیں ہوا۔ یعنی اوّل ہی جبکہ تھوڑا سا عرصہ اسکی تخت نشینی کو گذرا تھا۔ تو وہ شیر شاہ سوری افغان سے اپنے بھائیوں کی بے مروّتی و دون ہمتی کے باعث شکست کھا کر ایران کو بھاگا۔ ہمایوں کے دوبارہ ہند کو فتح کر لینے سے مغلوں کے پاؤں پھر ہند میں جم گئے۔ اور اس کے بعد اس کا بیٹا اکبر جلال الدین اس کا وارث تخت ہوا۔ جس نے ایک زمانہ دراز تک ہند میں امن و امان سے سلطنت کی۔ اکبر کے باپ ہمایوں کو بجز چند معمولی خیالات کی تحقیق کے اور کسی طرح کی علمی تحقیق کا شوق نہیں ہوا۔ البتہ اکبر خود اگرچہ ایک ناخواندہ مغل تھا۔ لیکن تو بھی تحقیق کرنے کا مادہ اس میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا چنانچہ